ہندوستان کا پہلا حمد و نعت کا معیاری ادبی رسالہ

مدیرِ اعلیٰ

غلام ربانی فدا

هندوستان کا پہلا حمد و نعت کا معیاری ادبی رسالہ

جلد ۱	جنوری تا مارچ ۲۰۱۱ء	شمارہ ۲

مدیر اعلیٰ	غلام ربانی فداؔ
مدیر	شاؔد فدائی
معاون مدیر	محمد زبیر قادری
قیمت فی شمارہ	۲۰ روپے
زرِ سالانہ	۸۰ روپے

خط و ترسیلِ زر کا پتہ

JAHAN-E-NAAT (Quarterly)

Mohammadiya General Store, Mohammediya Masjid,
2nd Main, Benki Nagar, Harihar, Dist; Davangere 577601 (Karnatak)
Email; tahreeke.naat@gmail.com · fidahiruri@yahoo.in
Mobile; 09741277047

(نوٹ: ڈاک کی بدنظمی کے باعث اکثر ڈاک نہیں پہنچتی یا تاخیر سے پہنچتی ہے۔ اس لیے مضمون نگار حضرات اپنے مضامین ڈاک کے بجائے ای میل سے بھیجیں تو زیادہ بہتر ہوگا۔)

آئینہ

عناوین	نگارشات	شاعر/مقالہ نگار	صفحہ نمبر
حمد باری تعالیٰ	صبح دم جب کسی طائر کی صدا آتی ہے	محمد شہزاد مجددی	3
مدحتِ خیر الانام ﷺ	جہاں میں رنگ و بو کا جاں فزا منظر نظر آیا	محمد علی شیدا بستوی	4
اداریہ		غلام ربانی فدا	5

مقالات و مضامین

عناوین	نگارشات	شاعر/مقالہ نگار	صفحہ نمبر
اردو نعتیہ شاعری میں موضوع روایات		محمد شہزاد مجددی	7
تخلیقی ادب اور نعتیہ ادب کی موجودہ صورت حال!		عزیز احسن	17
نعت رسول اعظم و آخر ﷺ		سید محمد اکرام شاہ جیلانی	28

نقد و نظر

عناوین	نگارشات	شاعر/مقالہ نگار	صفحہ نمبر
محسنؔ کاکوروی......اُردو کے باکمال قصیدہ گو اور مثنوی نگار شاعر		محمد حسین مُشاہدؔ رضوی	35
بسملؔ ... شخصیت و نعتیہ شاعری کا مطالعہ		ڈاکٹر سراج قادری	40

گوشۂ ابرار کرتپوری

عناوین	نگارشات	شاعر/مقالہ نگار	صفحہ نمبر
ابرار کرتپوری سے ادبی مکالمہ		غلام ربانی فدا	47
صحرائے غزل سے گلزارِ حمد و نعت تک		فاروقی ارگلی	51
ابرار کرتپوری اکابرین کی نظر میں			57
رنگِ ثنا			59
رنگِ نعت			62

کائناتِ نعت

عناوین	نگارشات	شاعر/مقالہ نگار	صفحہ نمبر
نعوت رسول ﷺ			66

نعت نامے

عناوین	نگارشات	شاعر/مقالہ نگار	صفحہ نمبر
خطوط		قارئین کرام	77

حمدِ باری تعالیٰ

صبح دم جب کسی طائر کی صدا آتی ہے
لب پہ بے ساختہ بس حمدِ خدا آتی ہے

پھرنے لگتے ہیں مری آنکھ میں میزاب و حطیم
یاد جب صحنِ مقدس کی فضا آتی ہے

کوئی فن اور ہنر پاس نہیں ہے میرے
تیرے محبوب کی بس مدح و ثنا آتی ہے

مشکلیں جب کہیں آتی ہیں سرِ راہِ حیات
دست گیری کو وہیں تیری عطا آتی ہے

اُمتِ خیرِ مجسم کو بھی ہو خیر نصیب
ہر گھڑی لب پہ یہی ایک دعا آتی ہے

ساتھ لے آتی ہے محراب حرم کی خوشبو
جب مدینے سے کوئی موجِ صبا آتی ہے

خواہشِ نفس کا شہزاد چھٹے دل سے غبار
تب کہیں جا کے سمجھ شانِ خدا آتی ہے

شہزاد مجددی (لاہور)

جہاں میں رنگ و بُو کا جاں فزا منظر نظر آیا
کہ عالم تاب جس دم نور کا محور نظر آیا

عطائے نورِ رحمت سے مری دنیا چمک اُٹھی
اُس اک بے سایہ کا سایہ مرے سر پر نظر آیا

گر آقا مہرباں ہوں بے سروسامان عاصی پر
بنے گا خلد کا باسی، جو یاں بے گھر نظر آیا

وہی جو پڑھتا رہتا ہے درود ان پر سلام ان پر
نبی کے عشق میں وہ دین کا پیکر نظر آیا

ملا مومن کبھی کوئی جو اہلِ بیت سے اس کو
فرشتوں کی طرح معصوم گھر کا گھر نظر آیا

تحیر خیز ہوجاتے ہیں سب ہی ان کے کوچے میں
مدینے کا سماں تو خلد کا ہم سر نظر آیا

سنہری جالیوں سے نور ہر دم یوں بکھرتا ہے
کہ اشکِ عاصیاں بھی قیمتی گوہر نظر آیا

محبت اہلِ دنیا محو جان و دل ہوئی یکسر
اسی لمحہ، مجھے سرکار کا جب در نظر آیا

ازل کے نور کا والہ و شیدا اس قدر میں ہوں
نبی کا شہر مجھ کو خواب میں اکثر نظر آیا

محمد علی صدیقی شیدا البستوی (بھارت)

اداریہ

نعت اور تنقیدِ نعت

جب نعت نے ''ورفعنالک ذکرک'' کا تاجِ زریں سر کی زینت بنایا تو اس کے حسن و جمال، عظمت و انفرادیت و شعریت کے چرچے چہار سو پھیل گئے۔ لفظوں نے اظہارِ عقیدت اور شعروں نے جمالِ نورانیت کے جلوے سمو لیے اور جیسے جیسے تحقیق و جستجو نے ہر دَور، ہر صدی کو کمالِ محبت سے کے ساتھ کھنگالا تو ایک ہی حقیقت سامنے آئی کہ سیّدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے لے کر علامہ محمد اقبال تک ہر دَور دورِ نعت رہا۔ کمی تھی تو صرف ذرائع ابلاغ کی تھی جس کی بدولت سالوں کا سفر لمحوں میں طے ہو جاتا ہے۔ لیکن بحمد اللہ سیّدنا حسان، سیدنا کعب، سیّدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم، قدسی، جامی، عرفی، رومی، احمد رضا خان سے حفیظ تائب تک کا سفرِ نعت کسی بھی عہد کی نگاہوں سے اوجھل نہیں ہوا۔ جب بزمِ ہستی کے کارپردازان کی تعداد لاکھوں سے اربوں تک پہنچی تو نعت گو بھی سیکڑوں سے گزر کر ہزاروں کی صورت میں زمانے بھر کو فیضیاب کرنے لگے۔ نعت گوئی کی تعداد فکر و تخیل سے زیادہ ہوئی تو تنقیدِ نعت کا تصور وقت کا تقاضا بن کر اُبھرا۔ اگر تنقید و تحقیق کا پرچم اپنے وجود کا احساس نہ دلاتا تو رطب و یابس کے نام پر نعت میں وہ کچھ آنے لگتا جو کسی بھی صاحبِ ایمان کو گوارا نہیں تھا۔ تنقید و تحقیق کا مطلب تنقیص یا عیب جوئی نہیں بلکہ اصل مقصد نعت کی شاہ راہ پر چلنے والوں کی راہنمائی ہے۔ شروع میں بعض عناصر نے گھبراہٹ یا نامانوسیت کا اظہار کیا مگر آہستہ آہستہ تنقیدِ نعت سب کی توجہ کا مرکز بن گئی۔ فروغِ نعت کے لیے ماہ نامہ ''نوائے وقت''، ماہ نامہ ''شام و سحر''، ماہ نامہ ''نعت''، ماہ نامہ ''حمد و نعت'' کے شمارے اُبھرے، جنھوں نے نعت کو ہی موضوع بنائے رکھا مگر تنقیدِ نعت کو کسی نے بھی مستقل طور پر نعت نگارانِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے فکری راست روی کا ذریعہ نہ بنایا۔ یہ افتخار ''نعت رنگ'' کے مدیر اور معروف انشا پرداز، نعت گو، نعت خواں سیّد صبیح الدین صبیح رحمانی کے حصے آیا کہ فروغِ نعت کے لیے تنقید کو ''نعت رنگ'' کے لیے مستقل طور پر لازم و ملزوم بنا دیا۔ اسی فکر کو مقصدِ حیات بنا کر ہم نے سہ ماہی ''جہانِ نعت'' کا آغاز کیا ہے۔ امید کہ اصحابِ قلم اپنے علمی و عملی تعاون سے فروغِ نعتیہ ادب میں ہمارا ساتھ دیں گے۔

ربِّ کائنات نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر کی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سربلندی کا اعلان فرما کر ہمارے اذہان اور قلوب کو باور کرا دیا ہے کہ ہر دَور دورِ نعت ہے پہلی صدی ہجری ہو یا چودھویں اور پندرھویں صدی ہجری کا ظہور ہو یہ صدی تذکارِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے آباد رہی ہے۔ ہر دَور اور ہر زمانہ رفعتِ مقاماتِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایمان آفریں نظارا دیکھتا رہا ہے۔ ہر صدی کے اختتام پر مختلف مروّجہ زبانوں میں نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ترانے الاپنے والے اس فخر سے سرشار ہو کر گئے ہیں کہ ہمارا ہی دَور دورِ نعت تھا۔ ہم سے زیادہ نعت گوئی کی سعادت شاید ہی کسی اور کو ملی ہو یا شاید ہی کسی اور کو مل سکے۔ ہر صدی ہجری نے رخصت ہوتے ہوئے اپنا اثاثۂ نعت اس احساس کے ساتھ نئی صدی کو سونپا ہے کہ ہم نے توحسبِ توفیقِ خداوندی زمانے بھر کو خوش بوئے نعت سے معطر رکھا ہے۔ اب یہ مؤرخ کا کام ہے کہ وہ دیکھے کہ تم کیا کرتے ہو۔ چوں کہ نعت گوئی محض اظہارِ فکر و فن نہیں بلکہ عین عبادت اور حسنِ سعادت بھی ہے اور پھر ایسے عالم میں جب کہ خدا اور فرشتے ثنائے مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کو بصورتِ دُرود جاری رکھے ہوئے ہوں تو عشاقِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ احساس سرشاری عطا کرتا ہے کہ کیا دل آویز اور جادوانی جذبہ بہ مدحت ہے کہ ہم وہی کچھ کر رہے ہیں جو خدا اور ملائکہ کر رہے ہیں اور پھر جو کچھ کر رہے ہیں عین منشائے ربانی ہے تو پھر روحانی کیفیات خود بخود معراج کو چھونے لگتی ہیں۔ لہٰذا ہمارے بعض ناقدین کا بار بار اصرار ہے کہ موجودہ صدی ہی نعت کی صدی ہے قدرے تعجب انگیز ہے۔ اگر مقصد فقط یہی ہو کہ اس صدی میں بے شمار ثنا گویانِ رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم نعت کہہ رہے تو گوارا ہے۔ اور اگر ماضی اور آنے والے

دور سے مقابلہ ہو تو پھر سوال اُبھرتا ہے کہ اگر یہی صدی نعت کی صدی ہے تو پھر "ورفعنا لک ذکرک" کا منشا و مقصدِ حقیقی کیا ہے اور کیا آنے والی صدیوں کے نعت گو خاموش رہیں گے یا (خدا نہ کرے) توفیقِ خداوندی اپنا انداز بدل دے گی۔ مجھے تو بہت سے معلوم زمانوں کے اثاثہ ہائے نعت کو دیکھ کر ہر صدی ہی نعت کی صدی معلوم ہوتی ہے۔ ابھی بھی بہت کچھ نامعلوم کے پردوں میں نہاں ہے۔ جب سب کچھ سامنے آجائے گا تو ماننا پڑے گا کہ تخلیقِ کائنات کے بعد کوئی دور ایسا نہیں گزرا جو ثنائے مصطفیٰ ﷺ سے آباد نہ رہا ہو۔ ہماری کوتاہ فکری جب توفیقِ خداوندی سے تحقیق و جستجو کے حوالے سے وسعتوں سے ہم کنار ہونے لگتی ہے تو ہر صدی کی خوش بوئے نعت قلوب واذہان معتبر کرنے لگتی ہے۔

"ورفعنا لک ذکرک" کا آوازۂ قدسی بذاتِ خود اس حقیقت کا اعلان ہے کہ ذکرِ رسول ﷺ کبھی جمود کا شکار نہیں ہوگا۔ بلکہ "وللاخرۃ خیر لک من الاولیٰ" کا پیغام اس حقیقتِ ابدی کا واضح ترین اعلان ہے کہ ہر آنے والا دور سرکارِ دوعالم ﷺ کے ذکرِ جمیل کے حوالے سے گزشتہ دور سے سربلند ہوگا۔ خدائے کریم نے اپنے محبوب کے تذکارِ جمیل کی سربلندی کا ذمہ لے رکھا ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> حضرت جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا آپ کا ربّ کریم پوچھتا ہے کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ میں نے آپ کے ذکر کو کیسے سربلند کیا؟ میں نے جواب دیا اس بات کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ کے رفعِ ذکر کی کیفیت یہ ہے کہ جہاں میرا ذکر کیا جائے گا وہاں آپ کا ذکر بھی میرے ساتھ کیا جائے گا۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث مبارکہ کی بڑی عمدہ انداز سے تشریح کی ہے کہ ربّ کریم آپ کے ذکر کو بڑھاتا چلا جائے گا۔ جوں جوں انسانی ادراک اپنی بلندیوں کو چھوئے گا توں توں ذکرِ مصطفیٰ ﷺ کی تجلیات بڑھتی چلی جائیں گی اور یہ سلسلہ آپ کے مقامِ محمود پر فائز ہونے تک مسلسل جاری رہے گا۔ تو پھر ہم اپنے مقدر پر رشک کرنے کے لیے تو ثنائے حضور ﷺ کو وسیلہ بنا کر بہت کچھ کہہ سکتے ہیں۔ مگر موجودہ صدی ہی کو نمائندہ ترین قرار دینا نہ تو ماضی کے ساتھ انصاف ہے اور نہ مستقبل کے ساتھ۔ عہدِ حاضر کا یہ بہت بڑا اعزاز ہے کہ نعتیہ مجموعے بڑی کثرت سے اشاعت پزیر ہوئے۔ صرف پچیس سالوں میں ہی سلسلہ کہیں سے کہیں پہنچ گیا۔ پچیس سال کا ذکر میں نے اس لیے کیا کہ ربع صدی قبل شائع شدہ نعتیہ کتب کو آسانی سے گنا جا سکتا تھا اور راقم نے اپنے کئی مضامین میں تذکرہ بھی کیا۔ مگر نعت رسول ﷺ کی اشاعت کا سلسلہ اس شان سے شروع ہوا کہ چند ہی برسوں میں کہیں سے کہیں پہنچ گیا۔ اب تو نعتیہ کتب کی گنتی ہی محال نظر آتی ہے۔ ابھی شائع شدہ نعتیہ کتب کے شمار کا سلسلہ انجام تک نہیں پہنچتا کہ نئی کتب کی ایک بڑی تعداد دامانِ دل کو اپنی طرف کھینچ رہی ہوتی ہے مگر معیار گرتا جا رہا ہے۔

اب ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم تنقیدِ نعت کی طرف توجہ دیں اور قرآن و حدیث کی ضیائے تاباں میں اپنے سفرِ افکار کو منزل رضائے خدا و مصطفیٰ ﷺ کی جانب رواں دواں رکھیں۔ اور نام و نمود سے گریز کریں۔

غلام ربانی فدا

(قسط دوم)

مقالات ومضامین

محمد شہزاد مجددی۔ لاہور

اردو نعتیہ شاعری میں موضوع روایات

عصرِ حاضر فروغ نعت کے ساتھ ساتھ نعتیہ ادب میں تنقیدی رجحانات کے بھی کئی دَر وا کرتا چلا جارہا ہے اور یقیناً وابستگانِ نعت کے لیے یہ سلسلۂ نقد ونظر باعثِ تقویت وطمانیت ہے۔

نعت اردو ادب کی ایک مقدس صنفِ سخن ہے اور دوسری مذہبی شاعری کی طرح اس کا منبع ومصدر بھی قرآن وسُنّت ہی ہیں۔ نعتیہ شاعری کے بیش تر مضامین قرآنی آیات اور احادیثِ مبارکہ سے مستفاد وماخوذ ہوتے ہیں۔ وہ معدودے چند نعت گو شعرا جنھیں علوم شرعیہ پر کامل عبور تھا، انھوں نے اپنے کمالِ علم وتقویٰ کی برکت سے نعت کی شمشیرِ آب دار پر مکمل حزم واحتیاط سے قدم رکھا اور وادیٔ عشق کو عافیت و سلامتی کے ساتھ پار کرنے میں کامیاب رہے۔

قرآن پاک کے بعد علوم شرعیہ کا سب سے بڑا اور بنیادی ماخذ حدیث شریف ہے اور دیگر اہلِ علم کی طرح علمی ذوق کے حامل نعت گو شعرا نے بھی اس ماخذ سے استفادہ کیا ہے۔ چناں چہ اردو نعتیہ شاعری میں اَن گنت اشعار ایسے ملتے ہیں جن کے مضامین یا تو مشتمل بر احادیث ہیں یا کسی حدیث کے مضمون سے مستفاد ہیں۔ جب کہ کئی اشعار میں بلفظہٖ کسی حدیث کو منظوم کیا گیا ہے۔ اس وقت مرزا رفیع سوداؔ کا ایک مشہور شعر یاد آرہا ہے:

حدیث من رانی دال ہے اس گفتگو اوپر
کہ دیکھا جس نے اُن کو اُن نے دیکھی شکلِ یزدانی

البتہ یہاں پر یہ بات بھی لائقِ اعادہ ہے کہ شاعر کا خیال متنِ حدیث سے متعارض ہے۔ یہ حدیث پاک جسے امام ابو عیسیٰ الترمذی علیہ الرحمہ نے ''شمائلِ ترمذی'' میں روایت کیا ہے، کچھ یوں ہے:

من رانی فی المنام فقدرا الحق

ترجمہ: جس نے مجھے خواب میں دیکھا اُس نے حقیقت میں (مجھے ہی) دیکھا۔

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمہ نے بھی اس حدیث سے استفادہ کرتے ہوئے بڑی احتیاط سے کہا ہے

کھلے کیا رازِ محبوب و محبّ مستانِ غفلت پر
شرابِ قدرا الحق زیبِ جامِ من رانی ہے

ایک مشہور حدیث کے متن کو فاضلِ بریلوی نے یوں منظوم کیا ہے

من زار تربتی وجبت لہٗ شفاعتی

ان پر دُرود جن سے نوید اُن بشر کی ہے

اکثر کتبِ سیر میں یہ روایت بایں الفاظ ملتی ہے۔

مَن زَارَ قبری وَجَبتُ لَهُ شَفَاعَتِي

امام تقی الدین سبکی علیہ الرحمہ نے ''شفاء السقام'' میں اور امام ابنِ حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے ''الجوہر المنظم'' میں اسے نقل کیا ہے۔ ہمارے معاصر عرب فاضل شیخ محمود سعید الممدوح (دبئی) نے اپنی کتاب ''رفع المنارہ فی تخریج احادیث التوسل والزیارۃ'' میں اس حدیث کی سند پر معترضین کو محققانہ جوابات دیے ہیں۔ محدث بریلوی علیہ الرحمہ کا ایک مشہور شعر ہے

رب ہے معطی یہ ہیں قاسم

دیتا وہ ہے دلاتے یہ ہیں

یہ مضمون صحیح بخاری (کتاب العلم) میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث شریف سے لیا گیا ہے جس کے الفاظ درج ذیل ہیں:

اِنما انَا قَاسِمٌ و اللہ یُعطی

ترجمہ: اور اللہ عطا کرنے والا ہے جب کہ میں تقسیم کرنے والا ہوں۔

اس حدیث پاک پر مبنی راقم السطور کا ایک شعر بھی دیکھیے:

سنتا ہے فریاد خدا ہی، دیتا ہے شہزاد خدا ہی

کرتے ہیں تقسیم محمد صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت حفیظ تائب مرحوم کو بھی مضامینِ قرآن واحادیث نعتیہ اشعار میں منظوم کرنے میں خاص ملکہ حاصل تھا، چناں چہ وہ لکھتے ہیں

سجھا کہ نکتۂ خیر الامور اوسطہا

مجھے توازنِ فکر و نظر دیا تُو نے

اردو ادب کے نعتیہ ذخائر میں جہاں صحیح احادیث پر مبنی مضامین بکثرت ملتے ہیں وہاں سیکڑوں نعتیہ اشعار ایسے بھی ہیں جن کی بنیاد کسی شدید ضعیف یا ساقط الاعتبار موضوع (من گھڑت) روایت پر ہے۔ اذ موضوع یعنی وضعی وجعلی روایت عند المحدثین صرف اور صرف اِس صورت میں بیان کرنا جائز اور حلال ہے جب کہ اس کی وضعیت کو ظاہر کرنا مقصود ہو کیوں کہ کسی قول یا فرمان کو بلا تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا بہت بڑی جسارت ہے۔ جب کہ عمداً کسی ایسی بات کو جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ فرمائی ہو، آپ کی ذاتِ گرامی سے منسوب کرنا اکبرالکبائر ہے۔

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

من کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعدہٗ من النار

ترجمہ: جس نے قصداً مجھ پر جھوٹ باندھا اُس نے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالیا۔ (متفق علیہ)

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

من قال عنی مالم اقل... جس نے میری طرف سے وہ بیان کیا جو میں نے نہیں کہا تو اُس نے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالیا۔

آج کل تقریر وتحریر میں اس بے احتیاطی کی بھرمار ہے۔ واعظین اور قصہ گو قسم کے مقررین کا یہ عام وطیرہ ہے کہ وہ بغیر علم کے احادیث بیان کررہے ہوتے ہیں۔ محافلِ میلاد میں اسٹیج سیکریٹری اور نقیب قسم کے لوگ تو اس قسم کے خرافات پر چل رہے ہیں۔

حالاں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کفی بالحرء کذباً ان یحدث بکل ما سمع..

ترجمہ: کسی شخص کے جھوٹا ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ ہر سُنی سُنائی بات آگے بیان کردے۔ ایک روایت میں ''کفیٰ بالحرءِ اثما'' کے الفاظ بھی آئے ہیں۔

افراط وتفریط کی موجودہ فضا میں ہم ائمہ محدثین کی رہنمائی میں ایسی روایات کی نشان دہی کا فریضہ سرانجام دینا وقت کی اہم ضرورت سمجھتے ہیں، جو نبی کریم ﷺ کے ارشادات نہیں ہیں اور انھیں احادیث کہہ کر سُنا سنایا اور لکھا پڑھا جاتا ہے۔ ان موضوع روایت میں سے ایک مشہور قول ہے۔

''الفقر فخری و بہ افتخر'' (ترجمہ) فقر میرا فخر ہے اور میں اس کے ساتھ متفخر ہوں۔ اس قول کی شہرت اور مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ اچھے اچھے اہلِ علم اپنی تصنیفات و مقالات میں اسے نقل کرکے اس سے استشہاد کرتے ہیں۔ اور نعت گو شعرا اپنے کلام میں اس مضمون کو منظوم کرتے ہیں۔

علامہ اقبالؔ کا معروف مصرع ہے

''سماں الفقر فخری'' کا رہا شانِ امارت میں

ایک اور معاصر نعت گو شاعر لکھتے ہیں

ہیں اُمّت اس کی ہم ''الفقر فخری'' جس نے فرمایا

اُترتے کیوں نہیں پھر حشمت و نخوت کے مرکب سے

سلسلۂ سہروردیہ کے ایک فاضل صوفی بزرگ نے تصوف اور اہلِ تصوف کے دفاع میں ایک کتاب تالیف فرمائی جس کا عنوان ہی ''الفقر فخری'' ہے۔ یہ کتاب متعدد بار شائع ہوچکی ہے اس کے اندرونی ٹائٹل پیج پر ایک شعر یوں درج ہے

کروں مال و زر کی میں کیوں ہوس مجھے اپنے فقر پہ فخر بس

یہی حرزِ جانِ فقیر ہے، یہی ''قولِ شاہِ حجاز'' ہے

الغرض اس موضوع اور باطل روایت کو ایسے ایسے بزرگوں نے ''قولِ شاہِ حجاز'' ہی سمجھا اور تحریر وتقریر میں اسے بالالتزام جگہ دی۔ آیئے ائمہ محدثین اور ماہرینِ اصولِ حدیث کے اقوال و آرا کی روشنی میں اس قول کا تنقیدی جائزہ لیں۔

حضرت امام حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

الفقر فخری وبه افتخر و هذا الحدیث سئل عندالحافظ ابن تیمیه، فقال انه کذب لایعرف فی شی کتب المسلمین المرویة و جزم الاصفهانی بانهٔ موضوع۔ (تلخیص الحبیر ۱۰۹/۳)

ترجمہ: اس حدیث ''الفقر فخری'' کے بارے میں ابن تیمیہ سے پوچھا گیا تو انھوں نے کہا یہ جھوٹ ہے، مسلمانوں کے ذخیرۂ مرویات میں اس قسم کی کوئی چیز نہیں پائی گئی اور امام اصفہانی نے بھی اس کے موضوع (جعلی) ہونے کی تائید کی ہے۔

امام عسقلانی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ایک اور معروف روایت یہاں نقل کر کے وضاحت کی ہے کہ حضور علیہ السلام کی طرف منسوب ''فقر و مسکنت'' کی حقیقت کیا ہے؟

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللّٰهم احینی مسکیناً و امتنی مسکیناً و احشرنی فی زمرۃ المساکین

ترجمہ: اے اللہ مجھے مسکین ہی زندہ رکھ، مسکنت میں موت دے اور مساکین کے ساتھ میرا حشر فرما۔

اس روایت کو امام ترمذی نے غریب کہا اور اس کی سند میں ضعف ہے۔ ابن ماجہ، حاکم اور بیہقی نے اسے الگ الگ طریق سے روایت کیا۔ وقال البیهقی و وجهه عندی انهٔ لم یسئل حال المسکنة التی یرجع معنا الی القلة وانما سال المسکنة التی یرجع معنا الی الاخبات و التواضع۔ (تلخیص الحبیر: ۱۰۹/۳۔ سنن الکبریٰ بیہقی ۹۸/۱۰)

ترجمہ: امام بیہقی کہتے ہیں میرے نزدیک اس کی صورت یہ ہے کہ رسول ﷺ نے یہاں اس مسکنت کا سوال نہیں کیا جس کا معنی قلت لیا جاتا ہے، بلکہ آپ نے اس مسکنت کا سوال کیا ہے۔ جس کا معنی انکسار اور عاجزی لیا جاتا ہے۔

ایک اور قابلِ غور امر یہ ہے کہ صحیح احادیث میں حضور ﷺ کا فقر سے استعاذ اور پناہ مانگنا ثابت ہے اور آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی اس کی تعلیم فرمائی ہے۔

چناں چہ صحیحین میں فقر سے استعاذ کے الفاظ یوں مروی ہیں:

اللّٰهم اعوذبک من فتنة الفقر

ترجمہ: اے اللہ میں فقر کے فتنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

(بخاری الدعواۃ، رقم ۵۸۹۱ مسلم فی الذکر والدعا رقم ۴۸۷۷)

سننِ ابی داؤد میں عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی روایت میں دعائیہ کلمات یوں ہیں:

اللّھم انی اعوذبک من الکفر و الفقر (ابوداؤد.....۴/۳۲۴رقم ۵۰۹۰)

ترجمہ: اے اللہ میں کفر وفقر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

یہاں کفر کے ساتھ فقر کا تذکرہ لائقِ عبرت بھی ہے اور محلِ تنبیہ بھی۔

صحیح ابن حبان میں حضرت ابوسعید خدری ؓ کی روایت ہے:

فقال رجل ویعتدلان؟ قال نعم. (الاحسان ۳/رقم ۱۰۲۶)

ترجمہ: ایک شخص نے پوچھا کیا یہ دونوں برابر ہیں؟ آپ نے فرمایا، ہاں۔

مسند احمد اور صحیح ابن حبان میں حضرت ابوہریرہ ؓ سے مروی ہے۔

تعوذ و باللہ من الفقر۔ (احمد رقم ۳/۸۰۷۳ ابنِ حبان، ۱/۲۳۹: رقم ۹۷۹)

ترجمہ: فقر سے اللہ کی پناہ مانگو۔

سننِ نسائی میں ہے:

نعوذ و من الفقر و الفاقة.

ترجمہ: فقر وفاقہ سے اللہ کی پناہ مانگو۔ (نسائی: ۵۷۷۵)

الغرض احادیثِ صحیحہ میں فقر سے پناہ ونجات اور برأت کے مضامین کثرت سے ملتے ہیں۔ یہاں ایک اور بات کوملحوظ رکھنا بھی ضروری ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے موجود، مذکور اور منصوص فضائل کا اظہار بھی فخر سے نہیں فرمایا، ہر جگہ "**ولا فخرَ و لا فخر**" کی تکرار سے اپنے رب کی بارگاہ میں اظہارِ عبودیت اور تواضع فرمایا ہے۔

امام شمس الدین السخاوی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

"**الفقر فخری وبہ افتخر... باطل الموضوع**" (مختصر المقاصد الحسنہ: رقم ۲۹۲)

ترجمہ: الفقر فخری... الخ باطل اور گھڑی ہوئی روایت ہے۔

ملا علی قاری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں۔

الفقر فخری وبہ افتخر... قال العسقلانی ھو باطل الموضوع. وقال ابن تیمیہ ھو کذب.

ترجمہ: فقر میرا فخر ہے... الخ عسقلانی نے اسے باطل اور موضوع کہا ہے اور ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ یہ کذب ہے۔

(موضوعاتِ کبیر، حرف فاء: ص: ۵۰)

شیخ محمد بن طاہر پٹنی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

الفقر فخری وبہ افتخر... قال شیخنا ھو باطل موضوع. (تذکرۃ الموضوعات: ص: ۱۷۸)

ترجمہ: الفقر فخری... ہمارے شیخ نے اسے باطل وموضوع کہا ہے۔

مزید لکھتے ہیں اسے الصغانی نے بھی موضوع کہا ہے:
شیخ العجلونی اس قول کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں:

قال الحافظ ابن الحجر باطل موضوع وقال فی التمییز کا المقاصد و من الواھی فی الفقر ما للطبرانی عن شداد ابن اوس رفعه "الفقر أزین بالمؤمن من العزارِ الحسن علیٰ خدا الفرس" وقال ابن تیمیه کذب و سندہٗ ضعیف و المعروف انهٗ من کلام عبدالرحمن ابن زیاد ابن انعمه کما رواہٗ ابن عدی فی کامله۔

(کشف الخفاء، رقم: ۵

ترجمہ: حافظ ابن حجر نے اسے باطل و موضوع کہا ہے۔ تمییز میں مقاصد الحسنہ ہی کی طرح (صاحب تمییز) نے کہا کہ فقر کے بارے میں روایتِ واہیہ میں سے ایک روایت ہے جسے طبرانی نے شداد بن اوس سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ فقر مومن کے لیے گھوڑے کے رخسار پر خوبصورت نشان سے بھی زیادہ موزوں ہے۔ ابنِ تیمیہ نے اسے کذب کہا ہے اور اس کی سند ضعیف ہے۔ جب کہ مشہور یہ ہے کہ یہ عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم کا قول ہے۔ جیسا کہ ابنِ عدی نے اسے اپنی کامل میں روایت کیا ہے۔

شارح بخاری امام احمد القسطلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

واما مایروی انه صلی الله علی وسلم قال "الفقر فخری وبه أفتخر" فقال شیخ الاسلام و الحافظ ابنِ حجر هو باطل و موضوع. (المواہب اللدنیہ ۲/۱۶۲)

ترجمہ: اور یہ جو روایت کیا جاتا ہے کہ آپ نے فرمایا، الفقر فخری...الخ ...کو شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ اور حافظ ابنِ حجر نے اسے باطل و موضوع کہا ہے۔

تائید مزید کے لیے اعلیٰ حضرت محدث بریلوی قدس سرہ کی تحقیق بھی ملاحظہ فرمایئے

حضورِ اقدس، قاسم نعم، مالک الارض، ورقاب امم، معطیِ منعم، قثم قیم، ولی والی، علی عالی، کاشف الکرب، رافع الرتب، معین حفیظ وانی، شفیعِ شافی، عفو عافی، غفورِ جمیل، عزیزِ جلیل، وہاب کریم، غنیِ عظیم، خلیفۂ مطلق حضرتِ رب، مالک الناس و دیّانِ عرب، ولی الفضل الافضال، رفیع المثل ممتنع الامثال صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ ارفع واعلیٰ میں الفاظِ مذکورہ (یتیم، غریب، مسکین، بے چارہ) کا اطلاق نا جائز ہے۔

خزانۃ الاکمل مقدسی و ردالمحتار او اخرشتی میں ہے:

ویجب ذکرہ صلی الله علیه وسلم باسماء المعظمة فلا یجوز ان یقال انهٗ فقیر، غریب، مسکین. ترجمہ: حضور ﷺ کا ذکر عزت و تکریم والے ناموں سے کرنا واجب ہے اور اس طرح کہنا جائز نہیں کہ آپ فقیر، غریب اور مسکین تھے۔

نسیم الریاض جلد رابع صفحہ ۴۵۰ میں ہے:

الانبیاء علیھم الصّلوٰۃ و السلام لایو صفون بالفقر و لایجوز ان یقال نبینا صلّی اللہ علیہ وسلم فقیر" وقولہٗ عند "الفقر فخری" لا اَصل لہٗ کما تقدم.

ترجمہ: انبیاے کرام علیہم السلام کو فقر سے موصوف نہ کیا جائے اور یہ جائز نہیں کہ ہمارے آقا نبی کریم ﷺ کو فقیر کہا جائے۔ رہا لوگوں کا "الفقر فخری" کو آپ سے مروی کہنا تو اس کی کوئی اصل نہیں۔ جیسا کہ پہلے بیان ہوا ہے۔ اسی کے ۳۷۸ میں ہے:

قال الذرکشی کالسبکی لایجوزان یقال لہٗ صلّی اللہ علیہ وسلم فقیر اور مسکین وھو اَغنی النّاس باللہ تعالیٰ لاسیحا بعد قولہ تعالیٰ "ووجدک عائلاً فاغنیٰ". وقولہٗ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "اَللّٰھمّ اَحینی مسکیناً" اَرادبہٖ المسکنۃ القلبیۃ بالخشوع والفقر فخری" باطل لااصل لہ...... کما قال الحافظ ابنِ حجر عسقلانی.

ترجمہ: امام بدرالدین زرکشی نے امام سبکی کی طرح کہا ہے کہ یہ جائز نہیں کہ آپ کو فقیر یا مسکین کہا جائے اور آپ اللہ کے فضل سے لوگوں میں سب سے بڑھ کر غنی ہیں۔ خصوصاً اللہ تعالیٰ کے ارشاد "ہم نے آپ کو حاجت مند پایا سو غنی کر دیا" کے نزول کے بعد۔ رہا آپ کا یہ فرمان کہ اے اللہ مجھے مسکین زندہ رکھ...الخ تو اس سے مراد باطنی مسکنت کا خشوع کے ساتھ طلب کرنا ہے اور الفقر فخری باطل ہے۔ اس کی کوئی اِصل نہیں جیسا کہ حافظ ابنِ حجر عسقلانی نے فرمایا ہے۔

(الفتاویٰ الرضویہ: جلد ششم، ص: ۱۲۶ مطبوعہ کراچی)

امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ نے "کتاب الشفا" قاضی عیاض کے حوالے سے یہ صراحت کی ہے کہ سرورِ عالم ﷺ کی ذات والاصفات کے لیے نازیبا اور غیر موزوں اسماو صفات کا استعمال حکایتاً بھی ناجائز و ممنوع ہے۔ اسی طرح بارگاہِ رسالت میں گستاخی و بے ادبی اگرچہ سہواً یا جہالت ولاعلمی کے باعث ہی ہو لائقِ گرفت اور نا قابلِ معافی جرم ہے۔

آخر میں کچھ معروف اور بزرگ نعت گو شعرا کے اسماے گرامی کی فہرست اور اشعار ملاحظہ فرمایئے جنھوں نے "الفقر فخری" کو بطور حدیث نظم کیا ہے۔

۱۔ حفیظ جالندھری

اگرچہ "فقر فخری" رتبہ ہے تیری قناعت کا
مگر قدموں تلے ہے فرِ کسرائی و فا قانی

۲۔ مرتضیٰ احمد خان میکش

کروں مال و زر کی میں کیوں ہوس مجھے اپنے فقر پہ فخر بس
یہی حر ز جا ن فقیر ہے یہی ' قو ل شا ہ
حجا ز ' ' ہے

۳۔ بہادر شاہ ظفر

جس کو حضرت نے کہا ''الفقر فخری'' اے ظفر
فخرِ دیں، فخرِ جہاں پر وہ فقیری ختم ہے

۴۔ ماہر القادری

سلام اس پر کہ تھا ''الفقر فخری'' جس کا سرمایہ
سلام اس پر کہ جس کے جسمِ اطہر کا نہ تھا سایہ

۵۔ حافظ مظہر الدین

سبق ہے یاد مجھ کو آج بھی ''الفقر فخری'' کا
بحمداللہ ہے میری خوئے درویشانہ برسوں سے

۶۔ محمد یار فریدی

فخر ی دارد بفقرش مصطفیٰ
فقر را برہان مولانا فرید

۷۔ ضامن حسنی

''فقر فخری'' سے ہم آہنگ تھی شاہی جس کی
ایسا مولا کوئی دیکھا ہے بتا چرخِ کبود

۸۔ سید فیضی

''الفقر فخری'' جن کے لیے وجہِ ناز ہو
کیا اُن کے پاس رہتا ہے جود و سخا کے بعد

۹۔ بے چین رجپوری

ازروئے ''الفقر فخری'' تھا سدا زہد و قنوع
پانی پینے کو رکھا جامِ سفالی آپ نے

۱۰۔ انیسہ ہارون

ا ر شا دِ ' ' فقر فخر ی ' ' سے
سر ما یہ ٹھکر ا نے و ا لے

ایضاً

مژدۂ "فقر فخری" سُنایا
حوصلہ مفلسوں کا
بڑھایا

۱۱۔حسن اختر جلیل

ہے اُس کا تاج سر "الفقر فخری"
قناعت اس کے پیروں کی حنا ہے

۱۲۔حافظ لدھیانوی

ہے فخر تجھے فقر پہ اے شاہِ دو عالم
اے ختمِ رُسل، ہادیٔ دیں، خلقِ مجسم

۱۳۔ایس اے رحمٰن

تجھے فخر تھا فقر پر سروری میں
مجھے بھی عطا ہو وہ دل کی امیری

۱۴۔حفیظ الرحمٰن احسن

عجز کی شان "الفقر فخری" صفت رشکِ فغفور جاہ و حشم آپ کا
عظمتیں سرنگوں آپ کے سامنے نصب ہے رفعتوں پر علم آپ کا

۱۵۔اسرار احمد مہاروی

اگرچہ فقر پہ انداز فخر حاوی ہے
تمھارا نقشِ قدم سجدہ گاہ شاہاں ہے

(یہ شعر ماہ نامہ "نعت" ص ۵۶، فروری ۱۹۴ ۔ میں شائع ہوا)

ہمارے خیال میں اس شعر کا مصرعِ اولیٰ یوں ہونا چاہیے:

اگرچہ فخر پہ انداز فقر حاوی ہے

۱۶۔سید امین گیلانی

تجھ سے سُنا جب تیرے غلاموں نے "الفقر فخری"
تخت انھوں نے روندے ہیرے رولے تاج اچھالے

۱۷۔رفیع الدین ذکی قریشی

ہیں اُمت اس کی ہم "الفقر فخری" جس نے فرمایا
اُترتے کیوں نہیں پھر حشمت و نخوت کے مرکب سے

۱۸۔ڈاکٹر سلطان الطاف علی

فقر ہے فخرِ محمد فقر ہے نورِ خدا
فقر کی تسخیر میں لوح و قلم ارض و سما

۱۹۔جعفر بلوچ

مَیں ہوں فقر پرور پیمبر کی اُمت میں جعفر
مری جاں، مرا دین و ایماں ہے "الفقر فخری"

(شاعر نے اس نعت میں "الفقر فخری" کو بطور ردیف استعمال کیا ہے)

۲۰۔بشیر حسین ناظم

وہ ایسے قائلِ "العجز فقری" ہیں کہ عالم کی
غنا و سرفرازی ان کے کفشِ پا پہ قرباں ہے

("العجز فخری" کے الفاظ کتاب الشفا میں قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک طویل روایت بیان کرتے ہوئے نقل کیے ہیں)

۲۱۔راجا رشید محمود

ملا ہے درسِ محمد سے "فقر فخری" کا
کمال فقر میں مضمر ہے قیصری اپنی

یہ خبر انتہائی افسوس کے ساتھ سنی جائیگی کہ کل ہند تحریک نعت کے مخلص کارکن جناب بابولال کی اہلیہ محترمہ المعاس بانو کا انتقال پُر ملال ہوا۔ مرحومہ اپنے خاندان کی زینت تھیں۔جن سے اعزاء واقرباب محروم ہوگئے ہیں۔اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صاحب لولاک ﷺ کے صدقے مرحومہ کی مغفرت فرمائے۔پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔(آمین) ہم اپنی طرف سے اور اپنے قارئین کی جانب سے مرحومہ کے تمام اعزا بالخصوص محترم بابولال سے اظہار تعزیت کرتے ہیں خدا انہیں ہمت و حوصلہ عطا فرمائے (آمین)

شریکِ غم: صدر واراکین کل ہند تحریکِ نعت و ادارۂ فکرِ نعت ہری ہر

عزیز احسن۔ کراچی

تخلیقی ادب اور نعتیہ ادب کی موجودہ صورتِ حال!

معروف مصری ادیب طٰہٰ حسین نے شرح وبسط کے ساتھ ''ادب'' کی ماہیت پر گفتگو کی ہے۔ انھوں نے بتایا ہے کہ شروع شروع میں تو انھیں اس مادّے کا استعمال فعل اور اسمِ فاعل کے سوا کسی صورت میں نہیں ملا۔ اُن کے خیال میں پہلے لوگ ادب (ادب سکھانے) اور مؤدّب کے معانی میں استعمال کرتے تھے اور اس لفظ کا اطلاق شعر اور تاریخ کے راویوں پر کرتے تھے۔ طٰہٰ حسین کے خیال میں عہدِ اُموی سے اس لفظ کا اطلاق شعر، تاریخ یا شعروتاریخ کے ساتھ ساتھ طمن ساری، خوش خلقی اور نرم خوئی وغیرہ پر ہونے لگا۔ وہ لکھتے ہیں ''جب لوگ کہتے ہیں کہ فلاں نے ادب سکھایا تو اس سے دو معنی مراد لیے جاتے ہیں: ایک یہ کہ اس نے اسے ادب سکھایا اور یہ علم کی وہ نوع ہے جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے اور دوسرا یہ کہ اس نے ادب سکھایا اور یہ وہ اندازِ زندگی ہے جس کا ہم نے ذکر کیا'' ☆۱ اس کے بعد لمبی بحث کے بعد وہ لکھتے ہیں ''ادب کا صحیح مفہوم تھا پسندیدہ شعرونثر اور اس کے متعلقات جو اُن کی تشریح وتفسیر کے کام آئیں اور ان کے فنی جمال کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالیں'' ☆۲

دائرہ معارفِ اسلامیہ کے مصنفین نے عربی لغت نویسوں کے ہاں اس لفظ کا اشتقاق مادہ ء۔د۔ب میں پایا جس کے معنی ہیں حیرت انگیز چیز یا تیاری اور ضیافت۔ اُن کے مطابق پہلی صدی ہجری سے ادب کا لفظ اس مجموعی علم کے لیے استعمال ہونے لگا جس سے کوئی صاحبِ علم شائستہ اور مہذب بنتا ہے، یعنی ثقافتِ دنیوی جس کی بنیاد اوّلاً شعر، فنِ خطابت اور قدیم عرب کی قبائلی اور تاریخی روایات پر نیز متعلقہ علوم یعنی بلاغت، نحو، لغت اور عروض پر تھی۔ ☆۳ نیاز فتح پوری نے ادب کو انگریزی لفظ literature کے بہترین ترجمے کے طور پر قبول کیا ہے۔ ☆۴

ڈاکٹر سیّد عبداللہ کی رائے میں صرف تخلیقی مواد ہی ادب کہلانے کا مستحق ہے، وہ فرماتے ہیں: ''جو ادب تخلیقی نہیں وہ ادب کے زمرے میں شامل کیسے ہوگا؟'' ☆۵ اور ادب کی تخلیقی شاخوں کا ذکر کرتے ہوئے انھوں نے شاعری کو اوّلیت دی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے ادب کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے ''ادب وہ فنِ لطیف ہے، جس کے ذریعے ادیب جذبات وافکار کو اپنے خاص نفسیاتی وشخصیاتی خصائص کے مطابق نہ صرف ظاہر کرتا ہے بلکہ الفاظ کے واسطے سے زندگی کے داخلی اور خارجی حقائق کی روشنی میں اُن کی ترجمانی وتنقید بھی کرتا ہے اور اپنے تخیل اور قوتِ مختزعہ سے کام لے کر اظہار وبیان کے ایسے مسرت بخش حسین اور مؤثر پیرائے اختیار کرتا ہے جن سے سامع وقاری کا جذبہ وتخیل بھی تقریباً اسی طرح متاثر ہوتا ہے جس طرح خود ادیب کا اپنا تخیل اور جذبہ متاثر ہوا۔'' ☆۶

کشاف تنقیدی اصطلاحات کے مرتب نے ادب کے تین بنیادی مقاصد کا تعین کیا ہے (۱) جمالیاتی مسرت بہم پہنچانا۔ (۲) جمالیاتی مسرت بہم پہنچانے کے دوران میں حیات وکائنات اور خود فرد کی ذات کے بارے میں اسے ایسی آگہی بخشنا جس سے اس کے قلب وذہن کو جلا ملے۔ (معلومات وآگہی میں جو فرق ہے اسے ملحوظ رکھا جائے) (۳) قارئین کو کوئی خاص زاویہ نظر یا طرزِ عمل اختیار یا رد کرنے

کی ترغیب دینا۔"[7]

ادب کی دو شاخیں بڑی معروف رہی ہیں ایک "ادب برائے ادب" Art for Arts Sake اور دوسری "ادب برائے زندگی" Art for Life Sake اور چوں کہ ادب برائے ادب میں ذاتی حظ کی کیفیت کو عمومی زندگی سے مشروط نہیں سمجھا جاتا ہے اس لیے اِس کا اطلاق ہمارے مقاصدِ تحریر پر نہیں ہوسکتا لہٰذا ہم اس کا ذکر بھی نہیں کریں گے۔ادب برائے زندگی کے تخلیقی مقاصد میں وہ تینوں نکات شامل ہیں جو کشاف تنقیدی اصطلاحات کے مرتب نے لکھے ہیں اور جو ہم نے اوپر درج کردیے ہیں۔

اب آیئے ذرا چین چلیں جہاں کا حوالہ حصولِ علم کے طویل فاصلوں کے طے کرنے کی ترغیب کے ضمن میں حدیث نبوی ﷺ میں بھی ملتا ہے۔

ماؤزے تنگ ادب اور فن کو سیاست کے تابع سمجھتے ہیں۔[8] واضح رہے کہ ان کی سیاست اشتراکیت ہے، جس میں خدا کا وجود تسلیم نہیں کیا جاتا...لیکن اسلامی ادب میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ ہمارا ادب دینی اقدار کے تابع ہے۔ماؤزے تنگ نے ادبی اور فنی تخلیقات کو "مقبولِ عام بنانے" اور اُن کا "معیار بلند کرنے" کا ذکر کیا ہے۔اُن کے نقطۂ نظر سے عوام کی سب سے بڑی ضرورت "زری میں زیادہ پھول" نہیں بلکہ "سردی میں ایندھن" ہے لہٰذا وہ اس کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے ادب وفن کو مقبولِ عام بنانا ضروری جانتے ہیں۔[9] ان کے نزدیک "مقبول بنانے سے مراد عوام میں مقبول بنانا ہے اور معیار بلند کرنے کا مطلب عوام کے لیے معیار بلند کرنا ہے۔"[10]

اب آیئے ہمارے اسلامی ادب کی طرف جس میں نعتیہ شاعری سرفہرست ہے اور ہمارا اصل موضوع یہی ہے۔نعتیہ شاعری کے حوالے سے ایک سوال تو بار بار کیا جانا چاہیے کہ کیا واقعی اردو کی تمام نعتیہ شاعری "ادب" کی تعریف پر پوری اُترتی ہے؟...میرا جواب نفی میں ہے۔البتہ اس شاعری کا ایک چھوٹا سا حصہ ادب ہی میں نہیں بلکہ ادبِ عالیہ میں شمار کیے جانے کے قابل ہے۔لیکن فی زمانہ تو نعتیہ شاعری بڑی مقدار میں ہورہی ہے۔اتنی بڑی مقدار میں کہ پوری اردو شاعری پر نعتیہ تخلیقات کا غلبہ ہے اور اسی لیے یہ صدی نعتیہ ادب کے حوالے سے "نعت صدی" کہے جانے کے قابل ہے۔اس کے باوجود ادبی معیارات پر پورا اُترنے والی شاعری کم کیوں ہے۔اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ شہرت طلب شعرا عوامی رجحان یعنی سہل وسادہ پسندی کو معیار بنا کر شعر کہہ رہے ہیں اور مگن ہیں۔ان کے اشعار کی تشہیر میں بصری میڈیا بھی پیش پیش ہے، جس کا مقصد زیادہ تر کاروباری ہے...دوسری وجہ یہ ہے کہ نعت کاغذ پر کم پڑھی جاتی ہے بصری میڈیا پر زیادہ سُنی جاتی ہے، جس میں نیم زنانہ لباس میں ملبوس نعت خواں (یا باریش گویّے) اپنی چھب دکھلا کر عوامی مقبولیت حاصل کرلیتے ہیں اور تخلیقِ نعت میں بھی اپنی جہالت کا ثبوت دیتے ہیں اور اسی جہالت کے باعث عوامی مقبولیت حاصل کرلیتے ہیں۔

کتنے افسوس کی بات ہے کہ ہندو پاکستان میں مجازی محبوب کے لیے مروج لفظ "پیا"...حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے لیے استعمال ہونے لگا ہے اور اس پر لکھاری اور نعت خواں بڑا فخر محسوس کررہا ہے۔میں نے سنا "میرے حمزہ پیا"...سچ پوچھیے تو میری جان ہی نکل گئی اس گھٹیا سوچ پر اور ان کے پروموٹرز کی فکری نہج کی پستی کا سوچ سوچ کے۔نعتیہ شاعری میں انگریزی کے الفاظ استعمال کرنے کی بھی مثالیں سامنے آئیں اور ایسا لگا جیسے کوئی نعت کے حوالے سے مزاحیہ شاعری پیش کرکے منہ چڑا رہا ہے! فلمی گانوں کی طرز پر بھی نعتیں لکھی جارہی ہیں اور ان کی تشہیر بھی نعت خوانوں کے ذریعے ہورہی ہے کیا ایسی شاعری ادب میں داخل سمجھی جاسکتی ہے؟

اسلوبِ شاعری کا تو یہ حال ہے اور نفس مضمون اور متن کی استنادی کیفیت ایسی ہوتی جارہی ہے کہ جس کے جی میں جو آتا ہے لکھ مارتا ہے اور ذرا نہیں سوچتا کہ عقیدت کے یہ الفاظ حضور آقائے ہر جہاں افصح العرب والعجم ﷺ کے حضور پیش ہونے ہیں۔ نعت میں کہیں اللہ کے اختیارات کو چیلنج کیا جاتا ہے تو کہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ نبوت میں اشارۃً اپنی پسند کے بزرگوں کو بھی شامل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

ایسی صورت میں نعتیہ شاعری کا معیار کیسے بلند ہوسکتا ہے۔ خلوص ہو تو محنت کی طرف بھی آدمی کا رجحان ہوتا ہے لیکن جب صرف شہرت اور دولت کمانا ہی مقصدِ نعت گوئی بن جائے تو محنت و ریاضت کی کیا ضرورت ہے؟ میں نے ماؤزے تنگ کا حوالہ اس بات کا احساس دلانے کے لیے دیا ہے کہ ''دہریے'' کو تو اپنے نصب العین اور ادبی اسلوب کا خیال ہے لیکن ہم جو الحمدللہ سچے دین کے پیروکار ہیں خود اپنے بھول پن یا جہالت کے باعث دوسروں کو ہنسنے کا موقع دے رہے ہیں کہ نہ تو ہمارے اسلامی ادب کی اعلیٰ ترین صنفِ سخن ''نعت'' کو ادبی اسلوب میں ڈھال کر پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور نہ ہی اس شاعری میں پیش کیے جانے والے خیالات میں استنادی شان ہوتی ہے اور جب شعرا کی اکثریت ایسا کلام پیش کرتی ہے تو غالب رجحان کو دیکھ کر ''نعت'' کے موضوع سے سنجیدہ دلچسپی رکھنے والے شعرا کا دل اُچاٹ ہوجاتا ہے۔ نقادانِ ادب تو اس صنف کی طرف آتے ہوئے بھی کتراتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اب تک نعتیہ ادب کی ادبی قدر کا تعین صنفِ ادب کی حیثیت سے نہیں کیا جاسکا اور تا حال یہ بحث چل رہی ہے کہ آیا نعت کوئی صنفِ سخن ہے بھی کہ نہیں؟... خیر ایسی صداؤں کی طرف تو کان دھرنے کی ضرورت نہیں کہ جن لوگوں کی طرف سے اس طرح کی آواز اٹھائی جاتی ہے وہ دینی اعتبار سے کھوکھلے اور شعری ذوق کے حوالے سے بے بصیرت اور غبی ہیں اور قطعی مخلص نہیں۔ لیکن اپنی کوتاہیوں کی طرف توجہ نہ کرنے والے مخلصین بھی تو نعت کے نادان بلکہ بے بصیرت دوست ہیں۔

میں نے ''نعت رنگ'' کے پہلے شمارے میں ایک صاحب کو مشورہ دیا تھا کہ میرے آقا و مولا حضرت سیّدنا وسندنا جناب محمد رسول اللہ، صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ''میٹھے نبی ﷺ'' کی ترکیب استعمال نہ کریں کیوں کہ اس میٹھے کے لفظ میں خوبی کم اور ذم کے پہلو زیادہ ہیں۔ لیکن دیکھتا ہوں کہ اب تک ان کے گروہ میں ''میٹھے'' کا استعمال نہ صرف جاری ہے بلکہ ان کے لیے کائنات کی ہر چیز کے ساتھ ساتھ میرے آقا و مولا جناب نبی علیہ السلام کی ذات پاک بھی میٹھی ہے۔ افسوس یہ ہے کہ ان کے ارادت مند انھیں حضرت جلال الدین رومیؒ، شیخ سعدیؒ اور فریدالدین عطارؒ کے مقام پر فائز کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ مجھے یہاں ان کے اشعار پیش کرنے سے تو کراہیت آرہی ہے البتہ میٹھے کے لفظ کی ذرا وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔

عموی معنی تو میٹھے کے شیریں ہی ہیں لیکن اس میں یہ معانی بھی شامل ہیں۔ ☆ وہ بیل جو محنت برداشت نہ کرسکے، چلنے سے جی چرائے۔ ☆ میٹھا برس... عورت کی بلوغت کا سال۔ جوانی میں بھر جانے کا زمانہ۔ ☆ میٹھا تیلیا (طب)... ایک زہریلی بوٹی کا نام۔ ☆ میٹھا ٹھگ ... میٹھی میٹھی باتیں بنا کر ٹھگنے والا یار۔ دغاباز، بددیانت، جھوٹا دوست، بے ایمان دوست، ٹھگوں کے اس فرقے کا آدمی جو میٹھا تیلیا (ایک زہر) کھلا کر مسافروں کو ہلاک کرتا اور لوٹ لیتا ہے۔ ☆ میٹھا منہ... تلوار یا کسی ہتھیار کی کند دھار، کند شمشیر۔ ☆ میٹھا بہینہ...

عورت کے حمل کا آٹھواں مہینہ۔ ☆ میٹھی چھری...دشمنِ دوست نما، وہ شخص جو دوستی کے پیرائے میں دشمنی کرے، وہ شخص جو بظاہر دوست او
بباطن دشمن ہو، ظاہر میں خوشنما اور اصل میں مضرت رساں۔ ☆ میٹھی چھری زہر میں بجھی...دوستی کے پردے میں دشمنی، میٹھی چھری، زبا
نرم کلام دل میں دشمنی، دشمن دوست نما۔ ☆ میٹھی میٹھی باتیں کرنا...چاپلوسی کرنا۔ ☆ میٹھے کھٹے کو جی چاہنا...مجامعت کی خواہش ہونا، ہم بستر
کی رغبت ہونا۔☆[11]

معروف نعت گو حضرت محسن کاکوروی کے لائق فرزند مولوی نورالحسن نیر نے نوراللغات میں میٹھا کے معنی اور بھی لکھے ہیں ''زبان
میٹھا اور دل کا کھوٹا، لکھنؤ کے مروّجہ معنی میں انھوں نے بتایا ہے کہ میٹھا...اس مرد کو کہتے ہیں جو زنانی گفتگو کرتا ہو اور زنانہ لباس پہنتا ہو۔''☆
بے شک میٹھا، میٹھی اور میٹھے میں کچھ اچھے معنی بھی ہیں لیکن جب اس لفظ کی مختلف شکلوں میں بہت کراہت آمیز معانی آگئے تو اللہ
تعالیٰ کے بتائے ہوئے اصول ''راعنا مت کہو انظرنا کہو'' (البقرہ، آیت ۱۰۴) کے تحت اس لفظ سے پرہیز کرنا لازمی ہے...لیکن جناب
۱۹۹۵ء سے یہ زمانہ آگیا، میں نے تو اس لفظ کا استعمال اس گروہ میں بڑھتا ہوا ہی دیکھا ہے۔

یارب نہ وہ سمجھے ہیں نہ سمجھیں گے مری بات
دے اور دِل اُن کو جو نہ دے مجھ کو زباں اور

بہر حال: مجھے ہے حکم اذان لا الٰہ الا اللہ

مرا سینہ ہو مدینہ مرے دل کا آبگینہ
بھی مدینہ ہی بنانا مدنی مدینے والے

اس شعر میں شاعر کی کیفیات کے اخلاص کو تو کوئی چیلنج نہیں کرسکتا لیکن ادبیت بہر حال زیرِ بحث آنی چاہیے۔ مدنی۔ مدینہ سے منسوب
متعلق، شہر کا، شہری، متمدن، مدینے والا (مجازاً) حضور ﷺ

مدنی صبح کا عجب ہے ظہور
قابلِ دید ہے یہ بارشِ نور (حسرت موہانی)☆[13] (اردو لغت، اردو لغت بورڈ، کراچی

ان شواہد کے ہوتے ہوئے ''مدنی'' کے لفظ کے ساتھ ''مدینے والے'' لکھنا، فصاحت کے بھی خلاف ہے، لسانیاتی نقطۂ نظر
بھی محلِ نظر ہے اور روز مرّہ سے بھی دور ہے۔ کسی بھی شعر میں ''مدنی'' کے بعد کسی حقیقی شاعر نے ''مدینے والے'' کا لاحقہ استعمال نہیں
کیا۔ لیکن اس کا کیا کیا جائے کہ گروہی پراپیگنڈے کے زور پر ''مدنی مدینے والے'' اشعار میڈیا پر لہک لہک کر پڑھے جاتے ہیں اور اہلِ
سر پیٹ کر رہ جاتے ہیں۔ نعت خوان ''اللہ کے ذکر'' کو بھی نعت خوانی کے بیک گراؤنڈ میں موسیقی کے بدل کے طور پر استعمال کرتے ہیں ا
علما کی ایک نہیں سنی جاتی۔

اب ذرا دیکھیے۔ ماڈرن نگ، ایک دہریہ ہے لیکن عوامی سطح پر اپنے پیغام کا ابلاغ بھی چاہتا ہے اور اس کا معیار بھی بلند کرنے کا خواہش مند ہے...میں
حضور ﷺ کے علاوہ کائنات میں کسی کو بھی ''فصیح اللسان'' نہیں سمجھتا، لیکن اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ہر زبان کے اہلِ زبان کچھ نہ

کچھ یعنی ضرورت کی حد تک فصیح ہوتے ہیں۔ اردو کا معیار عربی جیسا نہ سہی لیکن اس زبان کے بھی فصاحت کے معیارات مقرر ہیں۔ اس لیے نعتیہ شاعری کا شوق رکھنے والوں کو کچھ نہ کچھ فصاحت کا خیال تو رکھنا چاہیے۔ محض بچوں جیسی شاعری کر کے تو آقائے نامدار جناب محمد رسول اللہ ﷺ سے منسوب صنفِ سخن کا مذاق ہی اُڑایا اور اُڑوایا جاسکتا ہے، کوئی قابلِ قبول کارنامہ انجام نہیں دیا جاسکتا۔ صرف نعت خوان کی آواز اور اللہ کے ذکر کا بیک گراؤنڈ کسی پھسپھسے کلام کو ادبی دائروں میں داخل نہیں ہونے دیگا۔ مندرجہ بالا شعر میں تو ادبی پیروڈی بھی نہیں ہے... ذرا تخلیقی ادب کے مقاصد اور معیارات پر پھر ایک نظر ڈال لیجیے... آپ کو میرے مؤقف کی صحت کا احساس ہو جائے گا... ادبی حسن سے عاری، لسانیاتی صداقتوں سے مبرّا شعری لطافتوں سے دور... ایسے ہی اشعار نعتیہ شاعری کی دنیا میں سنجیدہ شاعروں کے داخلے میں مانع ہیں... اور ایسے نمونے، نقادانِ ادب کے لیے لائق اعتنا نہیں ہیں... اور ہم چلے ہیں نعتیہ شاعری کو ادبی صنفِ سخن منوانے!... ع آپ کی صورت تو دیکھا چاہیے

یہ مثال تو تھی محض ''اسلوب'' کی یعنی اس شعر میں مافیہ، متن، نفسِ مضمون یا بھونڈے پن (Content) قابلِ اعتراض نہیں ہے، صرف زبان کے مروّجہ استعمال سے دوری، فصاحت سے گریز اور بیان کے بھونڈے پن کا احساس ہو رہا ہے لیکن اب متن کے بے رحمانہ استعمال کی مثال دیکھیے:

انا بشر زمانہ تم کو سمجھے، ہم نہ سمجھیں گے
بنائے کُن فکاں تم وجہِ تخلیق جہاں تم ہو!

اللہ تعالیٰ نے تو اپنے رسول کو یہ حکم دیا کہ وہ اعلان کریں میں اللہ کا بندہ اور رسول ہوں! کلمہ شہادت کا ایک جزو بھی ہے [عبدہٗ و رسولہٗ] پھر قرآنِ کریم میں صاف اعلان بھی کروا دیا گیا ''قل انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الی'' (کہہ دیجیے میں بھی آدمی ہوں جیسے تم (ہاں) مجھ پر وحی آتی ہے) (حم السجدہ۔ آیت ۶)

اس واضح حکمِ الٰہی کا کس بھونڈے طریقے سے مذاق اُڑایا گیا ہے۔ آپ نے محسوس فرمایا؟... کیا خود قرآن کے الفاظ کے حوالے سے قرآن کی مخالفت کرنے سے کسی مسلمان کا ایمان سلامت رہ سکتا ہے...؟

اب ذرا سوچیے کیا چین میں، چین کے رہنما کے کہے ہوئے الفاظ کا حوالہ دے کر کوئی چینی مخالفت کا سوچ بھی سکتا تھا؟ یا اب بھی سوچ سکتا ہے؟... اور ہمارے ہاں ایسی باتیں کرنیوالوں کو سر پر بٹھایا جاتا ہے جو اپنا مؤقف منوانے کے۔ لیے قرآن و حدیث کے خلاف لکھنے اور اسے چھپوانے سے بھی خوف نہیں کھاتے! فاعتبروا، یا اولی الابصار!

نعتیہ شاعری کی یہی بے قاعدگیاں تھیں جن کے باعث میں نے پہلے پہل یعنی ۱۹۸۱ء میں اپنے مرتب کردہ نعتیہ مجموعے ''جواہر النعت'' کے مقدمے میں چند گزارشات پیش کی تھیں اور ۱۹۹۵ء میں ''نعت رنگ'' میں ''نعت نبی میں زبان و بیان کی بے احتیاطیاں'' کے عنوان سے کچھ باتیں کرنے کی جسارت کی تھی۔ لیکن میری آواز صدا بہ صحرا ثابت ہوئی۔ نعت کے ادبی معیارات اور اس کے مافیہ کو مسلسل بگاڑا جا رہا ہے۔

ایسی صورتِ حال میں دو کام کرنے ضروری تھے (۱) شعر گوئی کے صائب طرق کی طرف شعرا کی رہنمائی۔ (۲) نعتیہ شاعری کے

مافیہ، نفسِ مضمون یا متن کی طرف خصوصی توجہ کرنے کی اپیل اور اسی لیے میں نے ابتدا میں اپنا تنقیدی منہاج ''مقنن تنقید'' یا Legislative Criticism رکھا تھا۔ مجھے معلوم ہے کہ یہ طریق کار ادب کے اجتماعی نظام میں اب فرسودہ ہو چکا ہے اور اس کا ذکر اب بھی محض تاریخی حقائق بیان کرنے اور ابتدائی نقادانِ ادب کی سادہ لوحی ظاہر کرنے کے لیے کیا جاتا ہے۔ چناں چہ اس طریق کار کے بارے میں وزیر آغا صاحب کی ایک تحریر کا اقتباس نقل کرتا ہوں:

''مغرب میں جدید تنقید کا آغاز سترھویں صدی میں ہوا۔ اس سے قبل (بالخصوص سولھویں صدی کے انگلستان اور یورپ میں) تنقید کی وہ قسم رائج تھی جسے جارج واٹسن نے مقنن تنقید کا نام دیا ہے اور جس کا اردو ادب میں (تذکروں کی حد تک) انیسویں صدی تک بہت شہرہ تھا بلکہ اب بھی بعض کونوں کھدروں میں اس کی کارفرمائی نظر آ جاتی ہے۔ اس تنقید میں ناقد کا روئے سخن ہمیشہ شاعر کی طرف ہوتا تھا۔ مزاجاً یہ تنقید درسی مزاج کی حامل تھی جس کا کام مبتدی کو شعر کہنے کی تربیت دینا اور شعری مقتضیات کے باب میں اسے ''راہِ راست'' دکھانا تھا۔''☆☆[14]

یہ جاننے کے باوجود کہ میرا طریق تنقید انتہائی فرسودہ اور آسانی سے قبول کیے جانے کے لائق نہیں ہے مَیں نے یہ طریق کار اس لیے اپنایا کہ مجھے اپنے موضوع سے والہانہ عقیدت تھی، ہے اور ان شاء اللہ رہے گی۔ موضوع یعنی ''نعت سرورِ کائنات ﷺ'' لیکن جہاں میں نے تنقیدی مضامین میں مقنن تنقیدی منہاج اپنایا وہیں انفرادی شعری مجموعوں یا شعری نمونوں میں صائب اور قابلِ ستائش ہیئت، مواد اور اسلوب (form, content and style) دیکھ کر اُن اشعار کی تحسین میں مختلف پیرایہ ہائے تنقید اور طریق تنقید اپنائے... مثلاً ساختیاتی طریق تنقید، جمالیاتی تنقید، کہیں کہیں نفسیاتی طریق تنقید اور شعری لطافتوں کی پردہ کشائی کرنے، فنی اسلوب کے محاسن ظاہر کرنے اور سراہنے کے لیے تاثراتی تنقید کا سہارا بھی لیا۔ میرے تنقیدی منہاج کو سراہنے والوں میں مغربی ادب کے پارکھ اور بے شمار مغربی افسانوی تحریروں کے مترجم حضرت احمد صغیر صدیقی نے مجھے عمومی ادب کی تنقید پر اُبھارا، لیکن مَیں خود کو تا حال گیسوئے ''نعت'' سنوارنے سے فارغ نہیں پاتا... اور میری تمنا بھی یہی ہے کہ نعت نگار شعرا کچھ، جی ہاں کچھ ''ذمے دار'' بن جائیں۔

مقنن تنقید کے مظاہر ہمارے ادب میں بہت زیادہ موجود ہیں۔ عندلیب شادانی صاحب نے تو اپنے عہد کی غزل کے لسانیاتی اور شعرا کے بیان کردہ احوال کی ایسی گرفت کی ہے کہ تقریباً (ان منتخب شعروں کی حد تک تو) انھیں اپنی تنقید کی زمین میں گاڑ ہی دیا ہے۔ چوں کہ وہ تنقید میرے خیال میں شعرا کے لیے بالعموم اور نعت گو شعرا کے لیے بالخصوص توجہ طلب اور عبرت پکڑنے کے لائق ہے، اس لیے صرف ایک مثال یہاں نقل کرتا ہوں۔ اس تنقید کے لہجے پر نہ جایئے صرف اس کا مقصد پیشِ نظر رکھیے کہ شعر کے نفسِ مضمون کی بے سروپا ''بنت'' نے کیسی مضحک صورت حال پیدا کر دی۔

وہ دل کو توڑ کے بیٹھے تھے مطمئن کہ انھیں
شکست شیشۂ دل کی صدا نے لوٹ لیا
(جگر مراد آبادی)

اب اس پر مقفیٰ تنقید کا نمونہ ملاحظہ ہو:

''عام قاعدہ یہی ہے کہ جب کوئی شے ٹوٹتی ہے تو فوراً ہی اس میں سے آواز بھی نکلتی ہے۔ مگر یہ عاشق کا دل بھی عجب چیز ہے کہ ٹوٹنے کے گھنٹہ بھر بعد صدا دیتا ہے۔ جگر صاحب کے محبوب نے جگر صاحب کا دل توڑ ڈالا۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد منہ دھویا، کنگھی کی، بال سنوارے، سرمہ لگایا، پان کی گلوری بنا کر منہ میں رکھی اور گاؤ تکیہ کے سہارے آرام و اطمینان کے ساتھ تخت پر بیٹھ گیا۔ پیک تھوکنے کے لیے فرش پر سے اُگال دان اُٹھانا چاہتا تھا کہ یکایک ایک دھماکے کی آواز ہوئی۔ غریب کا جی دہل گیا۔ اُگال دان ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑا اور فرش کی چاندنی پیک کی چھینٹوں سے جامہ دار میں تبدیل ہوگئی۔ خواصیں دوڑ پڑیں کہ ''ہے ہے، کیا ہوا؟'' بی صاحبہ کو سنبھالا۔ تحقیقات کی گئی تو معلوم ہوا کہ یہ جگر صاحب کا دل تھا جسے توڑنے کے بعد بی صاحبہ اطمینان سے بیٹھ گئی تھیں اور جس نے ٹوٹنے کے پورے ۵۷ منٹ ۱۱ سکنڈ بعد آواز دی۔'' ☆۱۵

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ بیان کی ذرا سی چوک نے جگر جیسے مقبول اور پسندیدہ شاعر کے شعر کا کیسا حلیہ بگاڑا ہے؟ اب آیئے نعت کا ایک شعر تنقیدی نقطۂ نظر سے دیکھتے ہیں:

کیا خبر کیا سزا مجھ کو ملتی میرے آقا نے عزت بچالی
میری فردِ عمل مجھ سے لے کر کالی کملی میں اپنی چھپالی!

اس شعر سے میدانِ حشر کا تصور اُبھرتا ہے۔ حشر میں شاعر اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تخیلاتی، تصوراتی سطح اور ایک مفروضے کے طور پر ایک ہی جگہ موجود دکھایا گیا ہے۔ شاعر اپنے اعمال کی سیاہ کاری سے خوف زدہ ہے۔ حضور ﷺ سے عرض کرتا ہے کہ مجھے بڑا ڈر لگ رہا ہے۔ حضور ﷺ اس کی فردِ عمل لے کر اپنی کالی کملی میں چھپا لیتے ہیں۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ منظر اصلی ہے؟ قطعی نہیں...تو تصوراتی ہے؟...جی ہاں! اس تصور میں دینی صداقت موجود ہے؟ بالکل نہیں! قیامت میں حضور علیہ السلام کا شاعر کے لیے شفاعت کرنے کا تصور تو موجود ہے لیکن شفاعت کا یہ طریقہ، جو شاعر نے اپنے تصور میں بٹھا لیا ہے قطعی ممکن نہیں۔ وہاں حضور ﷺ کا کالی کملی اوڑھے رہنا بھی محلِ نظر ہے کیوں کہ کسی روایت میں ایسا نہیں ہے۔ پھر کیا اعمال نامہ ملنے کے بعد اُس کو اللہ کی نظر سے چھپالینا ممکن ہوگا؟... قطعی نہیں۔ اللہ سے تو زمین کی تہوں میں بھی کچھ نہیں چھپتا تو حشر میں کوئی چیز کیسے چھپ سکتی ہے؟...غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی شفاعت کا تصور شاعر نے عوامی سطح پر بصری بنایا ہے یا متشکل اور visualize کیا ہے۔ پھر کیا میرے آقا علیہ السلام کا یہ منصب ہے کہ وہ کسی اُمتی کے گناہوں کو ڈھانپ لیں۔ ہاں، وہ اللہ کی بارگاہ میں اُمتیوں کی شفاعت فرمائیں گے، یہ ایک دینی حقیقت ہے۔ اس لیے امیدِ شفاعت رکھنا اور چیز ہے، اس کو اس انداز سے بیان کرنا کہ سننے والا اسے واقعہ سمجھے بالکل مناسب نہیں۔ نعت گو شعرا کا فرض ہے کہ وہ بھولے بھالے عوام کے ذہنوں میں اللہ ربّ العزت کی قدرتوں اور حضور ﷺ کی شفاعت کا بالکل صحیح صحیح تصور بٹھانے کی کوشش کریں۔ اپنے اچھے خیال کو سطحی تصور اور عوامی خیال سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش نہ کریں۔ یہ بات مسلم ہے کہ عوام شعر کو الفاظ کے حوالے ہی سے اپنے حیطۂ ادراک میں لاتے ہیں اسی طرح perceive

کرتے ہیں جو الفاظ کے ذریعے بیان کیا جاتا ہے۔

بات عندلیب شادانی کی مضحک تنقید کی ہو رہی تھی جو ادبی اور عوامی سطح پر انتہائی مقبول شاعر جگر مراد آبادی کے شعر کے ملفوظی پیکر کی روشنی میں تھی۔ آج نعت کی دنیا میں جگر یا اُن کے حلقے کے کسی پست شاعر کا بھی ہم پلہ شاعر مشکل سے ملے گا؟ استثنائی صورتیں الگ ہیں لیکن وہ بہت تھوڑی ہیں اور فنی پختگی سے مملو اشعار اگر موجود بھی ہیں تو نا اہل شعرا کی بہتات نے انھیں چھپا دیا ہے یا نعت خوانوں کی کم علمی نے انھیں ان اشعار کے انتخاب سے روک رکھا ہے یا ذرائع ابلاغ پر حاوی گروپوں نے صرف اپنے معیار کے شعرا کا انتخاب ضروری سمجھ رکھا ہے۔ یہ بات واضح ہے کہ نعت گوئی یا نعت خوانی کے لیے کلام کا انتخاب کرنے میں اُن کا مقصد صرف اپنے گروہی شعرا اور نعت خوانوں کی تشہیر ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت، آپ کا پیغام اور تعلیمات عام کرنا یا آپ کی ذات سے منسوب صنفِ سخن (نعت) کے معیارات کا خیال رکھنا ان کے مقاصد میں سرے سے شامل ہی نہیں ہے۔

اکادمی ادبیات پاکستان، اسلام آباد، کی ایک تقریب میں علامہ سرو سہارن پوری نے بڑے دُکھ سے فرمایا تھا کہ دنیا دار شعرا وزارتِ مذہبی اُمور سے اپنی کتابوں پر انعام حاصل کرنے کے لیے ایسے ایسے جتن کرتے ہیں کہ بیان کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ اس کے برعکس جب میں نے ڈاکٹر محمد حمید اللہ مرحوم و مغفور کے حوالے سے جناب ظفر اسحاق انصاری کی ایک تحریر پڑھی تو مجھے احساس ہوا کہ اخلاص کسے کہتے ہیں۔ جناب ظفر اسحاق انصاری، پیرس (فرانس) میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ مرحوم سے ملنے گئے۔ وہ لکھتے ہیں ''ڈاکٹر صاحب (حمید اللہ) کو انھی دنوں حکومت پاکستان نے دس لاکھ روپے کا ایوارڈ دیا تھا، جو سیرتِ پاک پر اُن کی علمی خدمات کا اعتراف تھا۔ انھوں نے یہ پوری رقم ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد کے نذر کر دی۔ میں نے اس خبر کی تصدیق چاہی۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا'' آپ نے صحیح سنا''۔ پھر کچھ توقف کے بعد وہ گویا ہوئے ''اگر میں یہاں لے لیتا تو پھر وہاں کیا ملتا؟''... اٹھارہ برس کے بعد بھی یہ جملہ میری سماعت کے لیے تر و تازہ ہے اور اس کی تازگی میں شاید کبھی فرق نہ آئے۔ یہ جملہ بتا رہا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کون تھے، کیسے تھے؟''[۱۶]

نعت پر لکھتے ہوئے یہ احساس شدید ہوتا جاتا ہے کہ بیش تر نعتیہ کلام میں شعرا کے احوال، الفاظ اور شعروں کے متون میں صداقت کا عنصر روز بروز کم ہی ہوتا جاتا ہے۔ قادر الکلام شعرا کے ہاں کلام میں چستی اور قافیے اور ردیف کی صحت کے ساتھ بندش تو نظر آتی ہے لیکن فنی خلوص اور عشقِ رسول ﷺ کا فقدان محسوس ہوتا ہے۔ اس موقع پر مجھے اقبال کا دینی خلوص یاد آ گیا۔ رموزِ بیخودی میں فرماتے ہیں:

اے بصیریؒ را ردا بخشندۂ
بربط سلما مرا بخشندۂ

آپ نے بصیری کو چادر اور مجھے بربط سلما عطا فرمائی ہے۔

ذوقِ حق دہ ایں خطا اندیش را
اینکہ نشناسد متاعِ خویش را

اس گناہ سوچنے والے کو ذوقِ حق عطا کیجیے کیوں کہ یہ اپنی متاع سے آشنا نہیں ہے۔

گر دلم آئینۂ بے جوہر است
ور بحرفم غیر قرآں مضمر است

اگر چہ میرے دل کا آئینہ بے جوہر ہے تاہم اگر میرے حروف میں (مفاہیم) قرآن کے علاوہ کچھ اور چھپا ہوا ہے۔

اے، فروغت صبح اعصار و دہور
چشم تو بینندۂ ما فی الصدور

آپ کے نور کی وجہ سے زمانوں کی سحر ہوتی ہے۔آپ کی نگاہ دلوں کے راز سے آگا ہ ہے۔دلوں میں چھپے بھیدوں کو دیکھ لیتی ہے۔

پردۂ ناموس فکرم چاک کن
ایں خیاباں را ز خارم پاک کن

آپ میرے افکار کی ناموس کے پردے کو پھاڑ دیجیے۔اس کیاری کو میرے وجود کے کانٹے سے پاک فرما دیجیے۔

تنگ کن رخت حیات اندر برم
اہلِ ملت را نگہدار از شرم

میرے جسم پر زندگی کا لباس تنگ فرما دیجیے۔میری ملت کے لوگوں کو میرے وجود کے شر سے محفوظ فرما دیجیے۔

سبز کشت نا بساما نم مکن
بہرہ گیر از ابر نیسانم مکن

میری (فکر کی) کھیتی کو سرسبز نہ ہونے دیجیے۔ابرِ بہار سے مجھے بارش کا ایک قطرہ بھی عطا نہ کیجیے۔

خشک گرداں بادہ در انگور من
زہر ریز اندر مئے کافور من

میرے انگور کے اندر والی شراب کو انگور ہی میں خشک کر دیجیے۔میری کافوری شراب میں زہر ملا دیجیے۔

روزِ محشر خوار و رسوا کن مرا
بے نصیب از بوسۂ پا کن مرا

مجھے قیامت کے دن ذلیل وخوار فرمائیے اور مجھے اپنے پائے مبارک کا بوسہ لینے سے محروم فرما دیجیے۔

گر در اسرارِ قرآں سفتہ ام

با مسلماناں اگر حق گفتہ ام

(ہاں)اگر میں نے قرآن سے موتی چنے ہیں اور مسلمانوں سے حق کی بات کی ہے۔

اے کہ از احسان تو ناکس، کس است

یک دعایت مزد گفتارم بس است

اے وہ ہستی جس کے احسان سے نالائق، لائق بن گئے۔(میرے لیے دعا فرمایئے) آپ کی ایک دعا ہی میری شاعری کی مزدوری ہوگی۔

عرض کن پیش خدائے عزوجلؒ

عشق من گردد ہم آغوش عمل

آپ اللہ عزوجل سے (میری طرف سے) عرض کردیجیے کہ میرا عشق، عمل کے سانچے میں ڈھل جائے۔

آج کون سا بڑے سے بڑا پرہیز گار شاعر ہے جو حضور ﷺ سے ایسی باتیں کر سکے کہ اگر میری شاعری میں خلوص اور پیغام قرآن کے علاوہ کچھ ہو تو آپ مجھے سخت ترین سزا دیجیے اور اگر میں نے حق کے ابلاغ کی سعی کی ہے تو مجھے اپنے رب سے دعا کرکے عملی مسلمان بنوا دیجیے؟

اقبال جیسا عاشقِ رسول ﷺ شاعری کے معاملے میں بھی رعایتیں طلب نہیں کرتا ہے اور اپنے خلوص اور اسلام کے پیغام کی راست ترسیل کی کوشش پر بھی بھروسا اور اعتماد رکھتے ہوئے خود حضور ﷺ سے طلبِ سزا یا جزا کا خواست گار ہوتا ہے۔ یہ معاملہ وفا کا یا Total Commitment ہے۔ نعتیہ شاعری کرنے والوں کو ایسی ہی ریاضت اور ایسے ہی فنی، فکری اور عملی خلوص کی ضرورت ہے۔ چناں چہ میں عرض کروں گا کہ اگر آپ کے کلام میں فنی خامیاں ہیں اور فکری کج رَوی ہے تو آپ کو فوری توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ یاد رکھیے اگر آپ کی وفا کم زور اور Commitment بودا، تو آپ لاکھوں کتابیں لکھ کر بھی حشر میں اللہ اور اُس کے سچے رسول ﷺ کے سامنے شرمندہ ہوں گے اور دنیا میں کوئی اہلِ نظر، اہلِ علم اور دانندۂ فن آپ کو منھ نہیں لگائے گا۔ اپنے حلقے میں آپ جتنی چاہیں قبولیت حاصل کرلیں۔ ادب کا حلقہ آپ کو شاعر تسلیم نہیں کرے گا۔

میری درخواست ہے کہ ہر نعت گو شاعر میری نصیحت کو گوشِ نیوش سے سُن لے ورنہ زمانہ گزر جائے گا، نہ آپ دنیا میں زندہ رہیں گے، نہ آپ کو پُر خلوص مشورہ دینے والے۔ رہے نام اللہ کا! نعت پر نگاہِ انتقاد ڈالنے والوں نے مقدور بھر یہ کوشش بھی کی ہے کہ ایک طرف تو خامیوں سے آگاہ کیا ہے اور دوسری طرف ان نقادوں کی نظر میں جو کلام شعری و شرعی اسقام سے امکان بھر مبرا تھا، اس کا انتخاب کرکے یہ کہنے کی کوشش کی ہے کہ ع

دیکھ! اس طرح سے کہتے ہیں سخنور نعتیں ☆☆

چناں چہ نعت گوئی کا شوق رکھنے والوں کو گاہے بگاہے مستند شعرا اور دردمند دل رکھنے والے ادیبوں کے نعتیہ انتخاب زیرِ مطالعہ رکھنے سے بھی فائدہ ہو سکتا ہے۔ علاوہ ازیں نقادانِ فن نے جن شعرا کے کلام پر اچھی رائے دی ہوا سے بھی دیکھ لیا کیجیے۔ لیکن اس احتیاط کے ساتھ کہ کہیں خود نقاد صاحب

مروّت کے بوجھ تلے تو نہیں دب گئے ہیں یا تنقید نگار ستائشِ باہمی کی انجمن میں تو نہیں گھر گئے؟... اچھا کلام اپنے آپ کو خود منوا لیتا ہے:

کہ آپ اپنا تعارف ہوا بہار کی ہے

حضرت احسان دانش اپنے شاگردوں کو مشورہ دیا کرتے تھے کہ صرف شاعری کا مطالعہ کافی نہیں ہے، اچھا اور ستھرا شعر کہنے کے لیے نثری ادب بھی پڑھنا ضروری ہے۔ نعت کی تخلیق کے لیے تو نثری ادب کی شرط کے ساتھ ساتھ دینی ادب کی شرط بھی لگانی ضروری ہے۔ موضوع بہت وسیع، معاملات انتہائی گمبیر اور دردِ دل بے پایاں ہے اس لیے کہاں تک لکھوں شکیب جلالی کے ایک شعر پر بات ختم کرتا ہوں:

غم دل حیطۂ تحریر میں آتا ہی نہیں
جو کناروں میں سمٹ جائے وہ دریا ہی نہیں

حوالے/حواشی

☆ ۱۔ صدیق کلیم، نئی تنقید، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد۔ ۲۰۰۷ء، ص ۲۹۰

☆ ۲۔ ایضاً، ص ۲۹۱

☆ ۳۔ دائرۂ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب، لاہور۔ جلد ۲، ص ۲۳۰

☆ ۴۔ ابوالاعجاز حفیظ صدیقی، کشاف تنقیدی اصطلاحات، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ص ۸

☆ ۵۔ ڈاکٹر سید عبداللہ، اشاراتِ تنقید، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ص ۲۳۸

☆ ۶۔ ایضاً، ص ۲۳۶

☆ ۷۔ کشاف تنقیدی اصطلاحات، ص ۸

☆ ۸۔ جدید تنقید، ص ۲۷۵

☆ ۹۔ ایضاً ص ۲۶۹

☆ ۱۰۔ ایضاً ص ۲۷۰

☆ ۱۱۔ اردو لغت، اردو لغت بورڈ، کراچی

☆ ۱۲۔ نور اللغات، مؤلفہ مولوی نور الحسن نیر

☆ ۱۳۔ اردو لغت

☆ ۱۴۔ تنقید اور جدید اردو تنقید، ڈاکٹر وزیر آغا، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی، ص ۲۶

☆ ۱۵۔ عندلیب شادانی، دورِ حاضر اور غزل گوئی، شیخ غلام علی اینڈ سنز ناشران و تاجران کتب، لاہور، طبع اول ۱۹۵۱ء، ص ۳۰۵

☆ ۱۶۔ ظفر اسحاق انصاری، (مترجم: خورشید احمد ندیم) ''ڈاکٹر محمد حمید اللہ: مشاہدات و تاثرات، مشمولہ فکر و نظر، شمارہ ۳،۱، جلد ۴۰۔۴۱، اپریل/ستمبر ۲۰۰۳ء، ادارہ تحقیقات اسلامی بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد

☆ ۱۷۔ اقبال، رموزِ بیخودی، کلیات فارسی، شیخ محمد بشیر اینڈ سنز، لاہور، ص ۴۸۷

☆ ☆ جس کو دعویٰ ہو سخن کا یہ سنا دے اس کو" دیکھ اس طرح سے کہتے ہیں سخنور سہرا ذوق"

﴿☆﴾

سیّد محمد اکرام شاہ جیلانی۔ اوسلو

نعتِ رسولِ اعظم و آخر ﷺ

(ایک پیغام... ایک تحریک)

اُمتِ مسلمہ کے باشعور افراد۔ غارِ حرا کی خلوتوں کو چھوڑ کر اُمت کی غم خواری کے لیے نسخۂ کیمیا لے کر آنے والے رحیم و کریم آقا ﷺ کے مقاصد بعثت کی عالمگیریت اور حصول مقاصد کے لیے اسباب میں ہمہ گیریت کو اپنانے کی حکمتوں میں ذرا غور کریں کہ پیغمبر رحمت ﷺ نے ان عالم گیر مقاصد کے حصول اور اُن کی تبلیغ بلیغ کے لیے ہر طرح کے معلّمین، مبلغین، مجاہدین کے ساتھ ساتھ ہر قدم پر نعت گو شعرائے کرام کو بھی اس تحریک میں اہم منصب اور نمایاں حیثیت عطا فرمائی۔

معلم انسانیت ﷺ نے نعت گوئی کے لیے اپنا منبر مبارک اور اپنی چادر و بردہ مبارک عطا فرما کر صرف نعت گو حضرات کو ہی اعزاز نہیں بخشا بلکہ نعت گوئی کو اسلام کے اعلیٰ مقاصد کی تبلیغ اور ہمہ جہت تحریک کے پیش نظر اس منصب کی عظمت کو بھی ظاہر فرما دیا اور جبریل امین کو نعت گوئی میں اُن کا الہامی معاون قرار دے کر اس منصب کی عظمت کو تائیدِ الٰہی حاصل ہونے کی بشارت بھی عطا فرمادی جو نعت گوئی کی آسمانی فضیلت اور مقبولیت کے ساتھ ساتھ اس کی زمینی ہمہ گیر ضرورت و اہمیت کو بھی بدرِ منیر بنا رہی ہے۔

تصورِ مقصدیت نعت

کسی عمل کی روح اس کے مقصد کی واضحیت، خالصیت اور ہمہ گیریت سے متعلق ہوتی ہے اور پچھلی چند صدیوں سے اسلام کو قوت و فروغ دینے والے بنیادی عناصر اور شعائر کو محدود مقاصد اور نجی مفادات کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔ اس صورت حال کو ایک باشعور دردِ دل رکھنے والا مسلمان جب دیکھتا ہے کہ اسلام کے دورِ اوّل میں اُن اسلامی عناصر، ارکان اور شعائر کو جن عظیم مقاصد کے لیے جاری کیا گیا تھا اور اس نے کیا اثرات مرتب کیے جس سے اسلام ایک زندہ تحریک بن کر اُبھرا اور اقوامِ عالم کے قلوب و اذہان کو تسخیر کرتا چلا گیا اور آج تصورات محدود ہو جانے کی وجہ سے مقاصد و مفادات بھی محدود ہو گئے ہیں۔ نتیجتاً اُن کے نتائج بھی کم سے کم ہو گئے ہیں۔

اس صورتِ حال کو دیکھ کر ہر باشعور مسلمان خون کے آنسو روتا ہے۔ بالخصوص نعت کے شعبے سے وابستہ نعت گو شعرا کو، نعت خوان حضرات کو، نعتیہ ادب پر لکھنے والے دانش وروں کو محافلِ نعت منعقد کرنے والوں کو، نعت کے شائقین کو، فیکٹریوں، کارخانوں، ہوٹلوں،

سیاسی و سرکاری جلسوں، میڈیا پر سالانہ محافل منعقد کروا کر کروڑوں روپے لٹانے اور سیکڑوں عمرے کی ٹکٹیں بانٹنے والوں کو جب دیکھتا ہے اور دوسری طرف عہد رسالت مآب ﷺ اور اس سے متصل صدیوں میں نعت کے عالی شان منصبِ سعادت اور اس کے عظیم جہادی، اصلاحی، تعلیمی و تربیتی مقاصد کی لگن نے جو موٴثر تحریک پیدا کی اسے تصور میں لاتا ہے تو وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ آج کے گم کردہ راہ مسلمان کو کیسے سمجھایا جائے کہ کیا نعتِ رسول اکرم ﷺ صرف ایسے ہی چند محدود مقاصد کے لیے شروع کی گئی تھی، جن کو تم نے اپنا رکھا ہے؟

کیا نعت صرف حضور ﷺ سے فرد کی ایمانی محبت کے اظہار کے لیے تخلیق ہوئی؟

کیا صحابہ کرام ؓ نے صرف اپنے عقیدے کی صحت پر دلیل قائم کرنے کے لیے نعت خوانی کی؟

کیا شعر و ادب کے شوقین چند صحابہ کرام ؓ نے شعری ادب کی روایت کے تسلسل اور ذاتی ذوقِ شعر گوئی کو قائم رکھنے کے لیے نعت گوئی کی؟

کیا نعت گو شعرا نے ادبی محافل گرم کرنے اور اپنے بلند تخیل اور فکری پرواز کے جوہر دکھانے کے لیے نعت کہی؟

کیا رسول اکرم ﷺ نے شعر کی سحر انگیزی کے ذریعے دینی دعوت کو موٴثر بنانے اور شاعروں کی دین میں عزت افزائی فرمانے کے لیے شعر و شاعری کو دین میں شامل کیا؟

یا مسلمانوں کو اپنے مال و اولاد یا کاروبار میں برکت کے لیے اور اپنے شادی ہال، کارخانے اور ہوٹل کی تشہیر کے لیے وہاں محفلِ نعت یا فیکٹری کے مالکان کی طرف سے عمرے کا ٹکٹ دے کر اعلانات کروا کر نعت و مذہب کے اسٹیج سے بزنس چمکانے کے لیے نعت جاری کی گئی ہے؟ یا صرف عوام کی نظروں میں معزز بننے کے لیے میڈیا اور اسٹیج کی زینت بنے اور مذہبی مجالس یا حکومتی جلسوں کو کامیاب کرنے کے لیے بہترین فن کا مظاہرہ کر کے صدارتی تمغے لینے کے لیے نعت کو بھی ایک شغل و فن اور نعت خواں کو فنکار بنانے کے لیے یہ نعت خوانی شروع کی گئی؟ وغیرہ وغیرہ وغیرہ۔

یقیناً دورِ خیر القرون کا مطالعہ کرنے والے کا فیصلہ یہی ہوگا کہ اسلام میں نعت خوانی کے مقاصد ہرگز یہ نہیں ہو سکتے اور رفعت ذکرِ مصطفیٰ ﷺ کا صرف یہی معنیٰ نہیں ہو سکتا؟

دعوتِ فکر

اُمتِ مسلمہ کے زوال کے اسباب میں سے کیا ایک یہ بھی نہیں کہ ہم نے ہر دینی شعائر اور مذہبی فریضے کو ایک عادت و روایت تو بنا لیا ہے مگر فرد کی کردار سازی، معاشرے کی اصلاح اور اسلامی معاشرت کے استحکام و فروغ کے لیے متحرک وسیلہ نہیں بنا سکے۔ وقتی تسکین اور ذاتی دینی شہرت کا وسیلہ تو ہم نے بنا لیا مگر اسلامی معاشرے کی تشکیلِ نو کا وسیلہ بنانے کی ذمے داریاں نبھانے میں پورے اخلاص سے کام نہیں لیا۔ آئیں اس نکتہ پر دعوتِ فکر دینا شروع کریں کہ رحمتِ عالم ﷺ کی نعت کے وسیلے سے اُمتِ مسلمہ کے افراد کی پیغامِ رسالت کے

ذریعے بیداری کا کام لیا جائے۔ فیضانِ رسالت مآب ﷺ کے ذریعے قلوب واذہان کی آب یاری اور دین وایمان کی سرشاری کا کام لیا جائے۔ عرفانِ رسالت کے ذریعے افراد کی ارواح ونفوس میں اعلائے کلمۃ الحق کے لیے جاںنثاری کا جذبہ پیدا کرنے کا کام کیوں نہیں لیا جاسکتا۔ مضامینِ نعت میں نظامِ مصطفیٰ ﷺ کی اشاعت، اصلاحِ احوالِ اُمت اور حضور ﷺ کی دینی مدد ونصرت کا شعور کیوں نہیں بڑھایا جاسکتا اور انسانیت کے دکھوں اور غموں کے بہتر مداوے اور امراضِ ملت کی دوا کا کام کیوں نہیں لیا جاسکتا۔ ورنہ ایسا نہ ہو کہ لوگ اسلام کے بہتر نتائج حاصل ہونے سے ناامید ہوتا اور نعت خوانی کے انسانی زندگی میں مفید نتائج کو ہمیشہ کے لیے بھول جانا شروع نہ کردیں کہ ان چیزوں سے کیا ملتا ہے

گر ذکرِ نبی درد کا درمان نہ ہوتا
ہرگز یہ میری زیست کا سامان نہ ہوتا

آج تھوڑی دیر کے لیے رک کر ہمارے دینی راہنماؤں، دانش وروں اور سرکاری قائدین کو سر جوڑ کر سوچنا چاہیے اور اسلامی ممالک میں دینی روح کی کمزوری کے اسباب ختم کرنے اور صحابہ کرام ؓ کے نعت وذکرِ مصطفیٰ ﷺ کے ذریعے قوم میں ملی روح مضبوط بنانے کے طریقوں کو پھر سے زندہ کرنے کے لیے انھی کی مقدس زندگیوں سے مفید طریقے تلاش کر کے من وعن جاری کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

خدا تجھے کسی طوفاں سے آشنا کردے

میری معلومات کے مطابق جب کسی غافل ادیب نے سید صبیح الدین صبیح رحمانی صاحب کے سامنے علم وادب کی دنیا میں نعت کے علمی وادبی مقام کا انکار کیا تو اس عاشقِ صادق کی روح تڑپ اُٹھی اور نعتیہ ادب کے منکرین کے ردّ وجواب اور نعتیہ ادب کی علمی وشرعی حجیت ثابت کرنے کے لیے اس معصوم عاشقِ رسول ﷺ نے اپنے لمحاتِ زندگی اس عظیم ادبی کام کے لیے وقف کردیے۔ علم وادب میں شعر کا مقام، نعتیہ ادب کے اجزائے ترکیبی، نعت کی تعریف، اسلام میں نعتیہ ادب کی تاریخ اور اس کے دینی مرتبہ ومقام، نعت گو شعرائے کرام کی طویل فہرستیں اور ہر دور میں نمایاں نعت گو شعرا اور گم نام عاشقانِ نعتِ مصطفیٰ ﷺ کے کلام اور دیوان کا تعارف بڑی محنت سے تلاش کر کے سامنے لارہے ہیں اور عہدِ نبوی سے نعت گو صحابہ کرام ؓ اور صحابیات کے کلام اور بارگاہِ رسالت مآب ﷺ سے قبولیت کی سند اور خصوصی اعزازات پانے والے نعت سے متعلقہ خوش نصیبوں کا ذکر ہر دور میں مختلف علمی وادبی، فنی وتنقیدی اور تحقیقی وتاریخی موضوعات اور اس جیسے کثیر قدیم وجدید موضوعات کا خوب صورت سلسلہ اہلِ علم ودانش کی محنتوں اور کاوشوں سے سامنے آیا مگر میرا موضوع حضور رسالت مآب ﷺ کے عہدِ مبارک میں تحفظِ ناموس وعصمتِ رسول ﷺ، فروغِ عشقِ رسول ﷺ، تبلیغ سیرتِ رسول ﷺ، اشاعتِ دینِ رسول ﷺ، اصلاحِ عہدِ رسول ﷺ، تربیتِ اُمتِ رسول ﷺ، بیداریِ ملتِ رسول ﷺ، جہادِ قومِ رسول ﷺ، تحریکِ اصحابِ رسول ﷺ جیسے کئی دیگر مقاصد کے لیے نعت وشعر نے جو نتائج پیدا کیے اُن سے علمی وعملی، فکری ونظریاتی، روحانی وجذباتی، دعوتی و تربیتی اور معاشرتی وثقافتی برکتوں کا شعور مانگ کر اپنے عہد کے غموں کا مداوا کرنے کی دعوت دینا ہے۔ کیوں کہ پوری انسانیت کے لیے صرف، وہی

کامل و آخری الوہی شفاخانہ ہے۔ جہاں سے جاں بلب انسانیت اور پریشان معاشروں کو حقیقی سکون افزا زندگی کی خیرات ملتی ہے۔

ہمیں تلاش ہے جس کی وہ زندگی کا نظام
شہِ انام کی وابستگی سے ملتا ہے

خدا کرے سیّد صبیح الدین صبیح رحمانی صاحب کی طرح کسی اور پُر درد شاعر اور فاضل ادیب کو بھی ایسا حادثہ پیش آئے کہ دورِ حاضر میں سیکولر مادّی نظام کے دلدادہ اور دینِ مصطفےٰ ﷺ کی علمی و معاشرتی روح کے دشمن کو جو اُمت کے تنِ بیمار سے روحِ محمدی ﷺ کو نکالنے کی سرتوڑ کوشش کر رہے ہیں، اُن میں سے کسی کا سامنا ہو جائے اور اُس شاعر و ادیب کے دل میں مادیت زدہ مایوس سیکولر ذہنوں کو اسلام کے روحانی نظام کی اور اپنے انتہا پسند مذہبی ذہنوں کو نظامِ مصطفےٰ ﷺ کی حقیقی ہمہ جہت برکتوں کو متعارف کروانے کی اور عملاً ذمّے دار ذہنوں کو اس ذمّے داری کا شعور دے کر ذوقِ عمل اور سُنّت کی شاہراہِ اعظم پر گامزن کرنے کی تحریک پیدا کرنے کی تڑپ پیدا ہو جائے اور ''نعت رنگ'' کی طرح یا اسی کو عملاً تحریک ''نعت رنگ'' یا سیرت و ''نعت رنگ'' بنانے کے لیے اپنی صلاحیتیں وقف کر دے۔ اور جس شاعر کی نوا مُردہ و افسردہ و بے ذوق ہو چکی ہے اس کی خودی کی تلوار کو تیز کر کے اپنا ہمنوا بنا سکے تا کہ چمنستانِ نعتِ مصطفےٰ ﷺ میں صرف ایک بلبل ہی محوِ ترنم نہ رہے بلکہ ہر طرف سے غیرتِ مسلم کو زندہ و بیدار کرنے والے نغمے سنانے والے ملتے جائیں اور کارواں بنتا جائے اور کاروانِ اُمتِ مصطفےٰ ﷺ کی عظمتِ رفتہ کے نقوش اور شوکت و سطوت کے آثار مٹانے والوں سے نعت کی تلوار لے کر اعلانِ جہاد کریں۔

اس اُمت کا سرمایۂ افتخار لوٹنے والوں کا احتساب کریں اس کی صفوں میں افتراق و انتشار پیدا کرنے والوں کو ادب کی لگام ڈالیں۔ اس اُمت کے جسدِ واحد کو متحد و متحرک رکھنے والی روحِ محمدی ﷺ کے دشمنوں کو تلاش کر کے اُمت کے سامنے بے نقاب کریں اور اس اُمت کو راکھ کا ڈھیر بنانے والوں کی ہر سازش ناکام بنا دیں اور ایسے افراد کو، ان کے اسباب کو اور گلشنِ اُمت کے لیے نقصان دہ عناصر کو پنپنے کی اجازت دینے والے باغبانوں اور ذمّے داروں کی غفلتوں کو دُور کر کے پھر سے اُمت کی پاسبانی اور باغبانی کا کام کرنے کے لیے عزم پیدا کریں اور حرم کی پاکیزہ مٹی اور مدنی چشموں اور کنوؤں کا شیریں پانی ڈال کر اس کی بہار تازہ کا سامان کرنے کی فکر اور ذوقِ جستجو عام کریں۔

جس شعر سے ہوتی نہیں شمشیرِ خودی تیز

آج اگر ہم مقامی، قومی اور انٹرنیشنل محفلِ نعت کی صورتِ حال پر غور کریں کہ اگر ہمارے نعتیہ مشاعروں اور محافلِ نعت سے فرد میں بیداریٔ شعور، قوم میں اصلاحِ احوال اور اُمت کا اجتماعی دینی فلاحی مقاصد کی طرف سفر شروع نہیں ہوتا تو پھر ان مقامی، قومی اور عالمی سطح پر محافلِ نعت پر اُٹھنے والے کروڑوں کے اخراجات کا حاصل بجز ثوابِ اخروی کے اَور کیا ہے؟

اور اس کا معنی یہ ہوگا کہ نعت گو شعرا نے عہدِ نبوی ﷺ سے مقاصدِ نعت کو کشید کر کے آج کے دور کے دکھوں کا مداوا کرنے کے لیے خوب صورتی سے نظم دینے اور شعر کو حیات بخش بنانے کے لیے اپنا جگر خون نہیں کیا اور نعت خوان حضرات نے اپنے دل کو ذاتی و محدود

اغراض سے پاک کر کے اُمت کی حالتِ زار۔ کے درد و سوز کو دل سے اُٹھا کر آواز کیذریعے اُمت کے جذبات اور ساعتوں کو متاثر کرنے کی کوشش و توجہ نہیں کی، بلکہ اپنے معاشی و ذاتی غموں کا مداوا کرنے کو ہی اپنا مقصد بنا کر حجاب میں ہیں اور محافلِ نعت کا انتظام کرنے والوں نے بھی وقتی لذت اور دینی شہرت کی خاطر مزید اصلاحِ اُمت کو ترجیحی مقصد نہیں بنایا اور سننے والوں نے بھی دنیاوی کاموں سے فرصت نہ ہونے کی وجہ سے دل کی دنیا آباد کرنے اور اپنی اصلاحِ احوال کی طرف زیادہ شوق اور فکر کو نہیں دوڑایا۔ یعنی ہم سب نے اصل مقصد سے رخ پھیر رکھا ہے۔ (الا ماشاء اللہ)

سوچیں اگر ان سب کوششوں کے باوجود اصل منزل کی طرف قدم نہیں بڑھ رہے تو پھر ہم۔ نے کیا کھویا اور کیا پایا؟ اس نعت گوئی اور نعت خوانی نے کتنے دلوں کے اور روحوں کے زنگ دُور کیے ہیں؟

کاش سیّد صبیح الدین صبیح رحمانی صاحب کی طرح یہ صورتِ حال دیکھ کر بھی کسی فاضل شاعر و ادیب کی روح تڑپ اُٹھے اور ایک مؤثر علمی و عملی تحریکِ نعتِ رسول ﷺ پیدا ہو جائے اور نعت کو روایتی انداز اور محدود مقاصد کے ذریعے ذاتی شہرت و نفع اندوزی سے اُٹھا کر عظیم علمی و ادبی روایات، عملی و معاشرتی اصلاح کے نظریات اور جہادی و تحریکی جذبات جیسے بلند مقاصد کے احیا تک پہنچانے کے لیے اجتماعِ ادبی اور معاشرتی جدوجہد کا آغاز کر دے۔ یقیناً حق تعالیٰ کی ظاہری و باطنی توتیں ایسے مخلصین نعت گو شعرا کی مدد و نصرت کے لیے ہر طرف سے قطار اندر قطار اُتر کر آنے کے لیے آج بھی مائل بہ کرم ہیں اور ہوں گی، اگر وہ کامل اخلاصِ نیت اور غلامانِ مصطفےٰ ﷺ کی تمام قوتوں کو متحد کر کے صحیح سمت پر نکل کھڑے ہونے کی کوشش شروع کر دیں تا کہ صرف خود کو ہی عقلِ کُل اور مستحق قیادت سمجھ کر خدمتِ دین کے نام پر اُمتِ مسلمہ کو تقسیم در تقسیم کر کے داخلی طور پر دوریاں اور جدائیاں بڑھانے میں مسلمانوں کی توانائیوں پر عیش کرتے کرتے عمر گزار کر آں جہانی ہو جائیں اور آگے جا کر جب حساب ہوگا کہ اس خداداد منصبِ نعت اور نعت شعور کو کس راہ پر خرچ کیا ہے، تو کیا جواب بن پائے گا؟

میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارۂ ناں نہیں

موجودہ صورتِ حال کی اصلاح کے لیے ضروری ہے کہ پہلے فروغِ نعت کے اہم اور زندہ مقاصد سب کے لیے واضح کیے جائیں ''نعت رنگ'' کے اس معیاری ادبی پلیٹ فارم پر مکمل علمی و فکری اور عملی و تحریکی تحقیق کا ذوق رکھنے والے احباب کی توجہ اس عظیم انقلابی ادبی مقصد کی طرف مبذول کروا کر تحقیقی آرا اکٹھی کی جائیں۔ کام کا آغاز علمی و عملی طور پر ہمہ جہت اور ہمہ گیر ہونا چاہیے۔ پھر ہر ہر شعبۂ زندگی میں سے پُر امن طریقے سے عملی کام کرنے والے عاشقانِ رسول ﷺ کو تلاش کر کے مؤثر رابطہ کے لیے فہرست تیار کر لی جائے۔ پھر ایک شہر، ایک صوبہ یا ایک ملک یعنی پاکستان کی سطح سے کام شروع کیا جائے۔ تعلیمی نصاب مرتب کرنے والوں سے لے کر اساتذہ کی تربیت، طرزِ تعلیم و تدریس، دینی طرزِ فکر و انسانی تصورات کے سانچے، تعلیمی و معاشرتی سطح پر قومی و ملی ہیروز کا تصور، گھر، خاندان، اسکول، حال اور مستقبل، ہماری تاریخ، ہماری ملی اقدار، ہمارے عروج کے دنوں اور ذلت کے اسباب الغرض ان سب میں نعت کے ذریعے روحِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی تازہ بہار پھونک دی جائے۔ سب راستے ایک ہی سمت کو لیجانے والے اور بلانیوالے ہوں اور تمام

بُری راہوں سے خبردار کر کے بچانے والے ہوں تو ہم انسانی زندگیوں پر نعت کے گہرے اثرات اور اس کی برکات سے عملی تبدیلیاں دیکھ سکتے ہیں۔

ورنہ تاریخ گواہ ہے کہ ہماری کم نگاہی کی وجہ سے انھی مذکورہ بالا محاذوں پر معاشرے کے منفی موٗثرات کے چھا جانے کی وجہ سے رفتہ رفتہ دینی موٗثرات غیر موٗثر ہوتے چلے گئے، جس سے آج ہمیں یہ دن دیکھنے پڑ رہے ہیں کہ عشقِ سرکارِ دو عالم ﷺ کی شمع کو بجھانے والے ہمارے گھروں، مسجدوں، مدرسوں، تعلیمی اداروں، کالجوں و یونی ورسٹیوں، میڈیا اور ملکی سطح پر ہر طرف سے زہر آلود پھونکوں کے ساتھ اس شمعِ محبتِ رسول ﷺ کو بجھانے کی سرتوڑ کوشش کر رہے ہیں اور نورِ خدا ان کی کافرانہ حرکتوں اور ہماری مسلسل غفلتوں پر ضرور خندہ زن ہو رہا ہوگا۔ آج مقابلہ عالمی سطح پر جس طرح ایٹم کا ایٹم سے اور جدید سائنسی علم کا علم سے ہے اسی طرح انسانی موٗثرات کی سطح پر سریلی آواز کا مقابلہ پُرسوز آواز سے بھی ہے۔ کلام کی موسیقیت کا مقابلہ کلام سے ہے۔ سوزِ جگر کا مقابلہ سوزِ جگر سے ہے۔ الغرض شاعر کا مقابلہ شاعر سے ہے، ادیب کا مقابلہ ادیب سے ہے، استاد کا مقابلہ استاد سے ہے، علیٰ ہٰذا القیاس شیطان کا مقابلہ ایمان سے ہے۔ لہٰذا عہدِ نبوی ﷺ میں ایسے ہی محاذوں پر بالخصوص نعت کے محاذ پر جیسی سریلی آوازوں، جگرِ سوز کلام کی صلاحیتوں والے نعت گو شاعروں کو جن جن مقاصد کے حصول کے لیے حضور آئینۂ جمالِ خداوندی ﷺ نیز زندگی کے ہر گوشے کو منور اور متحرک کرنے کے لیے ان موٗثرات کو استعمال کیا، انھی روشن خطوط پر پھر کام کرنے کی ضرورت ہے۔ آج کے نعت گو شعرائے اکرام اگر اہلِ دول کی مداح سرائی کرنے میں عمر ضائع کرنے کی بجائے فرزدق شاعر کی طرح کعبۃ اللہ کو گواہ بنا کر حکمرانی کے نشے میں بدمست حکمرانوں، جاگیرداروں اور حکومتی منصب داروں کو نسبتِ رسالت مآب ﷺ کی عزت و عظمت یاد کروانے اور جہادِ اکبر کرنے کا فریضہ انجام دینا شروع کریں تو یقیناً فرزدق شاعر کی طرح انہیں بھی دنیا و آخرت کی نعمتوں و عزت کی کمی نہیں رہے گی اور قیدِ حیات کے یہ دن رات یونہی بے کیف نہیں گذریں گے۔ پھر اسی طرح بقول مولانا محمد علی جوہر ماحول یوں بدل جائے گا۔

تنہائی کے سب دن ہیں، تنہائی کی سب راتیں
اب ہونے لگیں اُن سے خلوت میں ملاقاتیں
ہر لحظہ تشفی ہے، ہر آن تسلی ہے
ہر وقت ہے دل جوئی، ہر دم ہیں مداراتیں
کوثر کے تقاضے ہیں، تسنیم کے وعدے ہیں
ہر روز یہی چرچے، ہر روز یہی باتیں
معراج کی سی حاصل سجدوں میں ہے کیفیت
اک فاسق و فاجر میں اور ایسی کراماتیں
بے مایہ سہی لیکن شاید وہ بلا بھیجیں
بھیجی ہیں دُرودوں کی کچھ ہم نے بھی سوغاتیں

اور اسی طرح نعت خوان حضرات بھی اگر چند پارۂ نان کی خاطر محفلِ نعت کے منتظمین کی طرف نظریں اُٹھا کر دیکھنے اور نعت خوانی کے منصب تبلیغ عشق رسول ﷺ کو بدنام کرنے کی بجائے تاج دار مدینہ ﷺ کے مبارک کاندھوں پر ناز سے جھولنے والی کالی کملی یا بردۂ یمنی پر نظریں جما کر مدح ممدوح یزداں ﷺ کی سعادت حاصل کریں تو یقیناً حضرت حسان و بوصیری کی پیروی کرنے والے غلاموں کی صفوں میں اُن کا نام بھی آ سکتا ہے اور اگر نعت گوئی اور نعت خوانی کے مقام کا صحیح شعور نصیب ہو جائے تو یہ اعزاز دنیا کے تمام اعزازوں سے جتنا بلند ہے اُتنا ہی اسے حاصل کرنا کوئی آسان کام بھی نہیں ہے۔

بقولِ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ:

فان ابی ووالدتی و عرضی لعرض
محمد منکم وقاء

اور بقولِ راقم:

جس کا ہر وقت لگا دھیان مدینہ میں رہے
وہ جہاں پر بھی ہے انسان مدینہ میں رہے
نہیں آساں صفِ حساں میں جگہ جیلانی
جان و دل جس کے ہوں قربان مدینہ میں رہے

نقد و نظر

محمد حسین مُشاہد رضوی،
سروے نمبر ۳۹، پلاٹ نمبر ۱۴، نیا اسلام پورہ، مالیگاؤں

محسنؔ کاکوروی......اُردو کے باکمال قصیدہ گو اور مثنوی نگار شاعر

اردو میں نعتیہ شاعری کی روایت اتنی ہی قدیم ہے جتنی کہ اردو شاعری کی تاریخ ،حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز سے منسوب ''معراج العاشقین'' اور فخر الدین نظامی کی مثنوی ''کدم راو پدم راو'' سے باضابطہ اردو نعتیہ شاعری کا آغاز ہوتا ہے۔ مذکورہ دونوں کتب میں اردو کے اولین نعتیہ کلام حمدِ باری تعالیٰ کے بعد نظم کیے گئے ہیں۔ ان کے بعد کے دور میں تقریباً اردو کے ہر شاعر نے نعت کو یا تو بطورِ تبرک تحریر کیا ہے یا تو روایت کے مطابق......البتہ بعض ایسے عاشقانِ رسول (ﷺ) شعرا بھی گذرے ہیں جنہوں نے اپنی تمام تر شاعرانہ صلاحیتیں اور اور بصیرتیں نعتیہ ادب کے فروغ و ارتقا کے لیے وقف کر دیں۔ ان میں کافی مرادآبادی، لطف بدایونی، امام احمد رضا بریلوی محسن کاکوروی وغیرہم کے نام آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ امام احمد رضا بریلوی اور محسنؔ کاکوروی نے نعت گوئی کو ہی اپنا موضوعِ شاعری بنایا اور اس فن کو اوجِ کمال تک پہنچا دیا۔ آج اردو میں نعتیہ شاعری کے جتنے سرمایے ملتے ہیں وہ سب کے سب براہِ راست یا بالواسطہ ان حضرات کے تخیلات کے عطر مجموعہ ہیں۔ نعت اردو کی جملہ اصناف میں انتہائی مشکل ترین صنف ہے۔ اس میں زبان و بیان پر قدرت حاصل کر لینا ہی ضروری نہیں بل کہ شاعرانہ صلاحیت اور فنی محاسن کے ساتھ ساتھ قلب و ذہن کی پاکیزگی، عشقِ رسول (ﷺ) کی وارفتگی اور خلوص و للٰہیت نعت گوئی کے لیے ضروری ہیں۔ ان اوصاف کے بغیر نعتیہ کلام میں سوز و گداز سے مبرّا اور کیف و سرمستی سے خالی صرف تعریفی و توصیفی اشعار کا مجموعہ ہو کر رہ جائے گا۔

حضرت محسنؔ کاکوروی ۱۲۴۲ھ میں دیارِ اردو لکھنؤ کے قصبہ کاکوری کے ایک شریف، دین دار اور تعلیم یافتہ علوی سیّد گھرانے میں پیدا ہوئے۔ فطری اعتبار سے آپ نیک، متقی، پرہیز گار اور پاکیزہ طبیعت کے حامل تھے۔ دل عشقِ رسول ﷺ سے معطر و معنبر تھا لہٰذا ان کے قلم سے نکلا ہوا ہر شعر کیف و سرمستی اور سوز و گداز میں ڈوبا ہوا نظر آتا ہے۔ محسنؔ نے زیادہ تر نعتیہ کلام قصیدے کے فارم میں قلم بند کیے۔ آپ کے یہاں دیگر شعرا کی طرح خیالات کی بے راہ روی نہیں ملتی۔ آپ نے محض سولہ سال کی عمر میں ایک ایسا شان دار نعتیہ قصیدہ لکھا جو خیالات کی پاکیزگی، جذبات کی صداقت، ندرتِ بیان اور تعظیم و محبت کے حدود میں قائم رہنے کی وجہ سے ایک شاہ کار قصیدہ سمجھا جاتا ہے۔ محسنؔ کا قصیدہ ''سراپائے رسول'' بھی کافی مقبولیت رکھتا ہے۔ محسنؔ نے قصائد کے علاوہ کئی مذہبی مثنویاں بھی لکھیں ان کے شعری سرمایہ کی تفصیل یہ ہے:

قصائد: (۱) گلدستۂ رحمت

(۲) ابیاتِ نعت

(۳) مدیحِ خیر المرسلین

(۴) نظمِ دل افروز

(۴) انیسِ آخرت

مثنویات: (۱) صبحِ تجلّی

(۲) چراغِ کعبہ

(۳) شفاعت ونجات

(۴) فغانِ محسنؔ

(۵) نگارستانِ الفت

ان کے علاوہ رباعیات اور مسدس کی ہیئت میں بھی کچھ نعتیہ منظومات ملتی ہیں۔ محسنؔ کی شعری کائنات ،فکری پاکیزگی ،بلند نگاہی ،ندرتِ بیان اور نادر تشبیہات واستعارات ،پیکر اور ترکیب سازی کی وجہ سے ایک خصوصی اور انفرادی اہمیت کی حامل ہے۔

''صبحِ تجلّی'' میں رسولِ مکرم ﷺ کی ولادتِ پاک کا ذکرِ جمیل بہت ہی حسین اور خوب صورت شاعرانہ انداز میں کیا ہے ۔اشعار میں منظر نگاری اور مصوری کا حسن پوری شان وشوکت کے ساتھ جلوہ گر ہے۔نت نئی تشبیہات واستعارات کیف وسرور کو دوبالا کرتے ہیں۔چند اشعار خاطر نشین ہوں ؎

بیضا وی صبح کا بیاں ہے

تفسیرِ کتابِ آسماں ہے

سبزہ ہے کنارِ آبِ جو پر

یا خضر ہے مستعدِ وضو پر

غنچے میں خامشی کا عالم

یا صوم سکوت میں ہے مریم

علاوہ ازیں ''چراغِ کعبہ'' میں محسنؔ نے نبی کریم ﷺ کا سراپا بیان کیا ہے نیز واقعۂ معراج النبی کا تذکرۂ خیر بھی کیا ہے اور ''شفاعت ونجات'' میں اُخروی سرفرازی اور کامرانی کی خواہش وتمنا کا شاعرانہ اظہار کیا ہے۔''چراغِ کعبہ'' میں آپ نے آقا ﷺ کی سراپا بیانی میں جو انداز اختیار کیا ہے اس میں سلاست وروانی بھی ہے اور مضمون آفرینی بھی البتہ شرعی حیثیت سے چند اشعار قابلِ گرفت بھی ہیں۔جیسے

عینیت سے غیرِ رب کو رب سے

غیر یتِ عین کو عر ب سے

ذ ا ت ا حمد تھی یا خد ا تھا

سا یا کیا میم تک جد ا تھا

ان شعروں میں ''احمد'' کے ''میم'' کو ہٹا کر ''احد'' اور ''عرب'' سے ''عین'' کو لفظ سے جدا کر کے ''رب'' بنا کر پیش کیا گیا ہے۔ جس سے شرعی سقم مترشح ہوتا ہے۔

علاوہ ازیں چند لایقِ تحسین اشعار نشانِ خاطر ہوں جن سے طبیعت میں سرور پیدا ہوتا ہے۔

ا سر ا رِ دِ ین میں و حی منز ل

ا و ر حا ملِ و حی ر یشِ مر سل

ا حبا ب میں لب مسیح تقر یر

ا عد ا میں لیے کلیم شمشیر

کیا ذ کرِ تبسم نبی ہے

گل کی گلشن میں جو ہنسی ہے

کا نو ں کی سنی ہے کیا ر و ا یت

جو سر د ہے قطب کی و لا یت

جو ہر کا بھر ا ہو ا خز ینہ

آ ئینہ بے مثا ل سینہ

ا سر ا ر نہ آ سما نِ نظر میں

ڈ و بے ہو ئے ہفت بحر و بر میں

ا س گر د نِ صا ف کی بلند ی

تکبیر فر یضۂ سحر کی

محسن کی تمام ہی مثنویاں ان کی فن کارانہ عظمت کی مظہرِ جمیل ہیں۔ عبدالقادر سروری، محسن کاکوروی کی ان کاوشات شعری پر تبصرہ کرتے ہوئے راقم ہیں:

''مذہبی موضوعات پر لکھنے والوں میں محسن غالباً سب سے زیادہ نفیس لکھنے والے ہیں۔ ان کا اسلوب نہایت دل کش اور پُر لطف ہے۔ اس میں سادگی کے باوجود حسن اور شاعرانہ لطافتیں موجود ہیں۔ مذہبی نظموں میں یہ لطف گویائی کم شاعروں کے حصے میں آیا ہوگا۔

'چراغِ کعبہ، صبحِ تجلی دونوں محسن کے شاہ کار ہیں ان میں تغزل کیشاروں کنایوں سے بڑا لطف پیدا کیا گیا ہے۔

یہ مثنویاں مختصر اور نفیس ادبی نظمیں ہیں۔"

الغرض محسنؔ کو زندۂ جاوید اور ان کے نام کو عظمت کے بامِ عروج تک پہنچانے میں ان کے "قصیدۂ لامیہ" کا بڑا دخل ہے جو انتہائی مشہور اور زبان زدِ خاص و عام ہے ؎

سمت کاشی سے چلا جانب متھرا بادل
برق کے کاندھے پہ لائی ہے صبا گنگا جل
ابر بھی چل نہیں سکتا وہ اندھیرا گھپ ہے
برق سے رعد یہ کہتی ہے کہ لانا مشعل
جو گیا چرخ پہ ہے یا کہ لگائے ہے بھبھوت
یا کہ بیراگی ہے پربت پہ بچھائے کمبل
کبھی ڈوبی کبھی اُچھلی مہِ نو کی کشتی
بحرِ اخضر کے تلاطم میں پڑی ہے ہلچل

شاعرانہ لطافت، نادر تشبیہات و استعارات، علمی و ادبی اصطلاحات و تلمیحات، شاعرانہ پیکر تراشی، نئی نئی ترکیب سازی، عربیت کی آمیزش اور ہندی و ہندوستانی عناصر کے ساتھ فارسیت کے گہرے رچاؤ کی وجہ سے اس قصیدہ کو اردو شاعری کا شاہ کار قرار دیا گیا ہے۔ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی نے اس قصیدہ کو محسنؔ کی شاعرانہ خوبیوں کا حامل بتایا ہے خاص طور سے اس کی تشبیب کو بہت سراہا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"ایسی نرالی تشبیب آپ کو اردو کے کسی دوسرے شاعر کے یہاں نہیں ملے گی۔ ذوقؔ و سوداؔ قصیدے کے بادشاہ ہیں لیکن ان کی تشبیب میں ایسی جدت اور زور نہیں۔ یہ مضامین، تشبیہات، استعارات اور خیالات جو خالص ہندوستانی فضا کی پیداوار ہیں محسنؔ ہی کا حصہ ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محسنؔ کی پاکیزہ طبیعت عوام کی پامال شاہ راہ سے بچ کر اپنا راستہ الگ بنانا چاہتی تھی یہی وجہ ہے کہ انھوں نے سرزمینِ نعت میں اپنی جدّت پسندی سے رنگ رنگ کے پھولوں کا ایک گل زار کھلا دیا ہے۔"

محسنؔ نے اپنا "قصیدۂ لامیہ" اساتذۂ فارسی و اردو کی زمین میں تحریر کیا ہے، یہ قصیدہ لطافتِ تخیل اور ندرتِ اسلوب میں منفرد و یگانہ ہے۔ محسنؔ نے سرورِ عالم و عالمیاں ﷺ کی حیاتِ طیبہ اور آپ کے اخلاق و عادات اور فضائل و شمائل کو ہندوستانی رنگ و آہنگ میں پیش کیا ہے۔ اس قصیدہ کی تمہید محسنؔ کے شہبازِ فکر و تخیل کی بلند پروازی اور شعریت کا اعلا نمونہ ہے۔ اسی قصیدہ کی دو غزلیں جو خالص قصیدہ کی معنوی فضا سے مکمل طور پر ہم رشتہ ہیں اور اسی کا تخلیقی حصہ نظر آتی ہیں بلاشبہ مدحتِ خیر البشر ﷺ کا ایک نورانی پیکر ہیں۔ دو شعر خاطر نشین ہوں ؎

گل خوش رنگ رسولِ مدنی العربی
زیب دامانِ ابد طرۂ دستارِ ازل
سب سے اعلیٰ تری سرکار ہے سب سے افضل
میرے ایمانِ مفصل کا یہی ہے اجمل

حضرت محسنؔ نے اس قصیدہ میں اردو کے ساتھ ساتھ عربی اور فارسی کی لفظیات کو برتا ہے اور اس کی زیریں رَو میں ہندوستانی رنگ و آہنگ نمایاں نظر آتا ہے۔ محسنؔ نے خالص ہندوستانی تشبیہات و استعارات کا سہارا لیا ہے۔ لیکن کہیں بھی نعت کی طہارت و پاکیزگی مجروح نہیں ہوئی ہے۔ کچھ لوگوں نے اس قصیدے کو ہندوانہ تہذیب وتمدن کا آئینہ دار بتاتے ہوئے محسنؔ پر تنقید کے نشتر بھی چلائے ہیں۔ حال آنکہ حضرت حسان وکعب رضی اللہ عنہم کے نعتیہ قصائد میں بھی تشبیب کے خالص عشقیہ اشعار شامل ہیں محسنؔ نے صرف اس روایت کو آگے بڑھاتے ہوئے اس طرح کی تشبیب لکھی ہے۔ ڈاکٹر فخر الاسلام اعظمی لکھتے ہیں:

”محسنؔ کا تعلق دبستانِ لکھنؤ سے ہے، لیکن انکی شاعری میں عام لکھنوی شعرا کا ابتذال اور نسوانیت کا رنگ نہیں ہے۔ محسنؔ نے لفظی صناعی پر توجہ کی ہے لیکن اس موقع پر بھی انھوں نے اپنی انفرادیت کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا ان کی رعایت بے ساختہ، ان کی تشبیہات واستعارات جان دار اور ان کا انداز شاعرانہ ہے۔“

اسی طرح ڈاکٹر ابواللیث صدیقی نے محسنؔ کاکوروی کے شاعرانہ محاسن پر یوں اظہارِ خیال کیا ہے۔ موصوف راقم ہیں:

”بندش کی چستی اور نظم کی روانی ایسی ہے کہ طبیعت اس پر رک کر نہیں رہ جاتی۔ تشبیہات میں شاعر کے اسلوب فکر، جدت کا اظہار، ندرتِ ادا اور مذاقِ شاعرانہ پایا جاتا ہے۔ محسنؔ خالص ہندوستانی فضا کے شاعر ہیں اور اپنے ماحول کی ترجمانی کرتے ہیں ان کے خیال، ان کی زبان، ان کی تشبیہات اور استعارات اسی ملک کی پیداوار ہیں اس لیے ان میں اثر بھی زیادہ ہے۔“

غرضے کہ اردو کے باکمال قصیدہ گو اور مثنوی نگار شعرا میں محسنؔ کاکوروی کا نام نمایاں ہے ان کے نعتیہ قصائد روشِ عام سے جداگانہ، جدید اسلوبِ بیان کے حامل اور رعنائی وزیبائی کا حسین مجموعہ ہیں۔ ان میں جہاں عشقِ رسول ﷺ کا والہانہ جذب وکیف ہے وہیں زبان و بیان کی ندرت وجدت بھی ہے۔ محسنؔ کاکوروی نے فنی نقطۂ نگاہ سے اردو قصیدہ گوئی کو معراجِ کمال تک پہنچا دیا ہے ان کی نعتوں میں قصیدے کا جلال و جمال، مثنوی کا رنگ و آہنگ اور غزل کا کیف وسرور بدرجۂ اتم موجود ہے۔ ان کی شاعری میں نفس کی پاکیزگی، فکر ونظر کی صفائی اور ذہن وقلب کی تطہیر کا جو سامان پایا جاتا ہے یقیناً وہ ہر ہر لحاظ سے لائقِ تحسین ہے۔

ڈاکٹر سراج احمد قادری۔ بھارت

راجندر نرائن سکسینہ بسمل شمس آبادی

(شخصیت اور نعتیہ شاعری کا مطالعہ)

اردو کے عظیم شاعر و نقاد راجندر نرائن سکسینہ بسمل شمس آبادی کی ولادت ۷ ارنومبر ۱۹۲۰ء میں قصبہ شمس آباد، ضلع فرخ آباد کے ایک تعلیم یافتہ گھرانے میں دیوی چرن کے یہاں ہوئی۔ ان کے والد اردو اور فارسی کے ایک بہترین جانکار اور مہارت رکھنے والے عالم تھے، بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ وہ اردو اور فارسی زبان پر کامل دست گاہ رکھتے تھے تو بے جا نہ ہوگا۔ اپنی علم دوستی کی بنا پر انھوں نے اپنے فرزندِ ارجمند راجندر نرائن سکسینہ کو اس وقت کے ماحول کے اعتبار سے حصولِ تعلیم کے لیے مکتب میں بٹھایا۔ بس یہیں سے بسمل شمس آبادی کی پرداخت کا سلسلہ شروع ہوا اور آگے چل کر انھوں نے اردو کے ایک عظیم شاعر و نقاد کی حیثیت سے اپنی عظمت کا اعتراف اربابِ علم و فضل سے کرایا۔

مکتب کی تعلیم کے بعد مزید ذوقِ وجدان کی پذیرائی کے لیے انھوں نے اپنا تعلیمی قدم آگے بڑھایا! اور قصبہ ہی کے اینگلو ورنا کیولر اسکول سے درجہ آٹھ تک تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد شعر کی بالیدگی اور علمی تجسس نے ان کو شہر فرخ آباد پہنچا دیا۔ فرخ آباد کرسچین اسکول سے ہائی اسکول پاس کیا اور پھر اعلیٰ تعلیم کے لیے اتر پردیش کے مشہور شہر بریلی کا انتخاب کیا، جہاں سے ۱۹۴۰ء میں بی اے اور ۱۹۴۲ء میں قانون کی ڈگری حاصل کی۔

ابھی تعلیمی سلسلہ جاری ہی تھا کہ اسی اثنا میں رشتۂ ازدواجیت سے بھی بندھ گئے۔ ان کی شادی شہر بریلی کے مشہور و معروف شاعر و ادیب شام موہن لال جگر بریلوی کی منجھلی بیٹی شانتی دیوی سے ہوئی۔ چناں چہ وہ خود رشتۂ ازدواجیت سے منسلک ہونے کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

> ۱۹۴۱ء میں جب میں بریلی کالج میں طالب علم تھا۔ بریلی کے نام ور شاعر و ادیب شام موہن لال جگر بریلوی کی منجھلی دختر شانتی دیوی میری رفیقۂ حیات بنیں۔ جگر کی کلام کے مطالعے نے میرے خیالات کو ایک نیا روپ اور شعر گوئی کے دھارے کو ایک نیا موڑ دیا۔ جب تک وہ زندہ رہے میں نے انھیں سے اصلاح لی۔ ☆[۱]

راجندر نرائن سکسینہ کا تعلق جگر بریلوی سے ہونے کے بعد ان کی شعر گوئی نے وہ تب و تاب حاصل کی کہ مہرِ درخشاں کے مانند اردو

ادب کی تاریخ میں ان کا نام جگمگانے لگا اور اگر یہ کہا جائے کہ جگر بریلوی کی تربیت نے ان کو کندن بنا دیا تو غلط نہ ہوگا۔

راجندر نرائن سکسینہ بسمل شمس آبادی کی تعلیم و تربیت، ان کی اصلاح اور ان کے فن کو عروج و ارتقا وقت کی دو عظیم شخصیتوں نے دیا۔ اوّلاً ان کے والد بزرگوار دیوی چرن مرحوم دوسرے ان کے خسر شام موہن جگر بریلوی مرحوم۔ چناں چہ راجندر نرائن سکسینہ اپنے بچپن کے ماحول کو یاد کر کے اپنے والد کو خراج محبت پیش کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں

"میرے والد اردو، فارسی میں کافی دست گاہ رکھتے تھے۔ اکثر فارسی کے اشعار سناتے اور ان کا ترجمہ کر کے مجھے سمجھاتے۔ ان کی علم دوستی کا مجھ پر شروع ہی سے اثر پڑا۔"☆۲

مَیں نے دورانِ تعلیم محسوس کیا کہ فارسی زبان سخن طرازی کے لیے اتنی لطیف ہے کہ اس کو بیان نہیں کیا جاسکتا جو الفاظ و معانی فارسی زبان کے پاس ہیں دنیا کی اور زبانوں کے پاس نہیں۔ خصوصاً شعر گوئی۔ کے حوالے سے دلوں کی ترجمانی کرنے کے لیے جو الفاظ فارسی زبان میں مل جاتے ہیں وہ دنیا کی اور زبانوں کے پاس نہیں مل پاتے۔"

راجندر نرائن سکسینہ کا مطالعہ فارسی زبان سے گہرائی و گیرائی کی حد تک ہونے کی وجہ سے ان کی شاعری دلوں کی ترجمانی کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔

انسان کا ذوق و تجسس اور اس کا مطالعہ و مشاہدہ اس کو کامیابی کی طرف لیے جاتا ہے۔ بسمل شمس آبادی کے اندر شعر گوئی و شعر فہمی کی صلاحیت کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ مزید ان کی تعلیم و تربیت نے ان کو کامیابی و کامرانی کے دہانے تک پہنچا دیا۔ زبان و ادب پر کسی قوم یا کسی ملک کا اجارہ نہیں ہوتا۔ اس پر ہر انسان کا برابر کا حق ہے چاہے وہ کسی ملک یا قوم سے تعلق رکھنے والا ہو۔ کسی بھی زبان یا ادب میں مقام و مرتبہ حاصل کرنے کے لیے اس کی اپنی کوشش و کاوش کافی ہوا کرتی ہے۔ دنیا کی ادبی و لسانی تاریخیں آج بھی ہمیں متنبہ کر رہی ہیں کہ اس میں اسی آدمی نے مقام و مرتبہ حاصل کیا، جس نے ذوق و تجسس اور مطالعہ مشاہدہ کے بعد اس کی زلفِ پریشاں کو سنوارا ہے۔

بسمل شمس آبادی بذاتِ خود اردو کے ایک عمدہ شاعر ہیں۔ ان کا کلام غزلوں، نظموں، آزاد نظموں اور نعتیہ اشعار پر مشتمل ہے۔ انھوں نے بڑی عقیدت و محبت کے ساتھ بزرگانِ دین کی شان میں منقبتیں بھی تحریر فرمائی ہیں۔ انھوں نے سلام بھی تحریر کیے ہیں۔ اُن کے سلام کے اشعار بڑے ہی درد مند اور سوز و گداز کے حامل ہیں۔ ان کی نعتیں، منقبتیں اور سلام عظیم نعت گو شاعر مولانا احمد رضا خاں بریلوی، مولانا حسن رضا خاں بریلوی اور حفیظ جالندھری کی یاد دلاتے ہیں۔

اردو ادب کی جملہ اصنافِ شعر گوئی پر ان کی گرفت اتنی مضبوط ہے کہ بیان نہیں کیا جاسکتا۔ مَیں نے اُن کے اب تک شائع ہونے والے مجموعۂ کلام: (۱) گلِ صحرا (۲) زخمِ نہاں (۳) رستے چھالے (۴) خشتِ حرم کا بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے۔ مَیں نے مطالعے سے پایا کہ اُن کی شعر گوئی اتنی ٹھوس اور مستحکم ہے کہ اردو ادب کے ماہرین کے لیے مجالِ انکار نہیں۔ مَیں نے مطالعے سے یہ بھی پایا کہ وہ اپنے نظریات میں اتنے راسخ ہیں کہ ان کو زمانے کی ہوائیں لرزہ براندام نہیں کرسکتیں۔ وہ جو بھی بات کہتے ہیں یا جو نظریہ پیش کرتے ہیں وہ بہت ہی

ٹھوس اور ٹھوک بجا کر۔ جسے ہم اور آپ اپنی زبان میں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ شاعر و ادیب کو اعلانِ حق کے لیے پیدا فرماتا ہے۔ جو بات کل کر پوری قوم نہیں کہہ سکتی اس بات کو شاعر شعر کے توسط سے بڑی چابک دستی سے کہہ کر گزر جاتا ہے اور لوگ تماشائی بنے رہ جاتے ہیں۔ اس کے ثبوت میں، میں بسمل شمس آبادی کا ایک شعر حیطۂ تحریر میں لانا چاہتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں:

ہم نے سوچا ہے کہ سچ بات کہیں گے کچھ ہو
سامنے ہیں رسن و دار خدا خیر کرے ☆۳

اسی نظریے کو ایک دوسرے شعر میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

دل میں چبھتی ہے جو دن رات کہوں یا نہ کہوں
کش مکش میں ہوں وہ بات کہوں یا نہ کہوں ☆۴

اور وہ حقیقت اس شعر میں آ کر اور زیادہ نمایاں ہوگئی:

مَیں چاہتا نہیں تھا کہ لب اپنے وا کروں
لیکن ہر ایک تلخ حقیقت ہے کیا کروں ☆۵

اس وقت میرا موضوع اُن کی نعتیہ شاعری ہے۔ اگر ان کی جملہ شعر گوئی میرا مطمحِ نظر ہوتی تو میں واضح کرتا کہ وہ قوم اور ملک کو کیا پیغام دینا چاہتے ہیں نیز اُن کی شاعری کس قدر اسرار و رموز سے لبریز ہے۔ وہ جب غزل کے پیرائے میں عشقِ حقیقی کی گفتگو کرتے ہیں تو دل وارفتہ ہوا جاتا ہے۔ جب ملک کی محبت میں ان کا قلم حرکت میں آتا ہے تو وہ ملک کے بہت بڑے دافع اور فدائی معلوم ہوتے ہیں اور جب وہ رہنمایانِ ملک سے ان کی بدعنوانیوں کے خلاف شکایت کرتے ہیں تو وہ ایک سچے مصلحِ قوم و وطن معلوم ہوتے ہیں۔

مَیں راجندر نرائن سکسینہ بسمل شمس آبادی کی مذہبی شاعری خصوصاً اسلامی نعتیہ شاعری کے مطالعے سے اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اُن کا اسلامیات کا مطالعہ بہت ہی وسیع و عمیق ہے۔ وہ اسلام کے جس بھی موضوع پر بھی قلم اُٹھاتے ہیں اُس کی روایت و اسناد کا خصوصی لحاظ رکھتے ہیں۔ مجال نہیں کہ وہ کسی غیر معقول و منقول روایت کو اپنی شاعری کا موضوع بننے دیں۔ انھوں نے اپنے مجموعۂ کلام ''خشتِ حرم'' میں ایک حمد تحریر فرمائی ہے جس کا عنوان ہے ''خالقِ کائنات کے حضور میں'' اس حمد پاک کی خصوصیت جو مَیں نے محسوس کی ہے وہ یہ کہ اُس کا ایک ایک شعر ہمیں ربِّ کائنات کی بارگاہ میں اس حیثیت سے پیش کرتا ہے جس طرح سے بندے کو اپنے مالک کے حضور حاضری دینا چاہیے۔ اس حمد پاک میں عجز و انکساری کا ایسا تصور پیش کیا گیا ہے جو اپنی مثال آپ ہے اور نفس الامر میں اسی تصور و خیال کے ساتھ ربِّ کریم کی بارگاہ میں ایک انسان کو حاضری دینا چاہیے۔ بسمل نے مجھے ایک مکتوب کے ذریعے باخبر کیا کہ اُن کی اس حمد پاک کو متحدہ امریکا میں لوگ وظیفے کے طور پر پڑھتے ہیں۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

اے خالقِ کون و مکاں　اے مالکِ ہر دو جہاں
ہے ذات تیری لافنا　ممکن نہیں تیری ثنا
ہر شے کی تجھ سے ابتدا　ہر شے کی تجھ پر انتہا
تو حسن عالم گیر ہے　ہر شے تیری تصویر ہے
جب تک نہ ہو مرضی تیری　ہلتا نہیں پتا کبھی
مظہر تیرے فرمان کی　آیات ہیں قرآن کی
اے مالکِ لوح و قلم　دے وہ مجھے تاب رقم
تیوہار ہوں وہ مذہبی　یا ذکرِ اوصاف نبی
جب میں کروں اُن کا بیاں　قاصر نہ ہو میری زباں
ہر لفظ میں تاثیر ہو　ہر شعر میں تطہیر ہو
نور حقیقت سے بھرا　جوشِ عقیدت سے بھرا

اک عزم میرے ساتھ ہے
اب لاج تیرے ہاتھ ہے[۲۵]

راجیندر نرائن سکسینہ بسمل شمس آبادی نے اپنے تمام تر اسلامی کلام کو اپنے چوتھے مجموعۂ کلام ''خشتِ حرم'' میں یک جا کر دیا ہے جس کو اُن کی اسلامی شاعری کا مجموعہ قرار دیا جا سکتا ہے جو ماہِ فروری ۲۰۰۳ء میں اشاعت پذیر ہو کر منظرِ عام پر آیا ہے۔اس کے شروع میں حسبِ معمول انھوں نے اپنے خاندانی، تعلیمی و شعر گوئی کے احوال و کوائف بیان کیے ہیں جو کسی بھی کتاب کے شروع میں ہونا چاہیے۔اس لیے کہ اس سے کتاب اور صاحبِ کتاب کے سلسلے میں ایک ایسا تصور اُبھر کر آتا ہے جو اس کی تخلیق کی تفہیم میں معاون ہوا کرتا ہے۔اس کے بعد تسلیم غوری بدایونی کا پیش لفظ ہے جو ایک طرح سے کتاب اور صاحبِ کتاب کا تعارف ہے۔نیز اس کے بعد قابلِ قدر ادیب و نقاد اردو ادب کے جاں نثار ویریندر پرشاد سکسینہ سابق ممبر اتر پردیش اردو اکادمی لکھنؤ کا ایک گراں قدر تبصرہ ہے۔ایک تبصرہ ایم راجا شعلہ چیف ایڈیٹر ''بہار'' ہردوئی (یو پی) کا ہے۔

راجندر نرائن سکسینہ بسمل شمس آبادی کے مجموعہ ''خشتِ حرم'' میں حمد پاک کے بعد ہی نعتِ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جلوہ سامانیاں ہیں۔اُن کے اس مجموعے کے شروع میں نعت پاک کا ایک ایسا شعر ہے جو ہزار ہا نعت کے اشعار پر بھاری ہے۔اگر یہ کہا جائے کہ بہت سے نعتیہ دواوین اور مجموعہ ہائے کلام پر بھاری ہے تو بے جا نہ ہوگا۔ملاحظہ ہو:

اعجاز ہے نبی کا کہ بسمل سا، بت پرست
طوف حرم کو، دیر سے جاتا ہوا ملا

آپ ایک لمحے کے لیے سوچ سکتے ہیں کہ بسمل شمس آبادی کے اس شعر میں کس قدر ہمہ گیریت اور وارفتگی جلوہ فرما ہے۔جس کا بیان

نہیں کیا جاسکتا ہے۔ ایک طرف تو بت پرستی کا دعویٰ ہے اور دوسری طرف حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزے کی بات کہی جا رہی ہے اور آخری مصرعے میں بات بالکل صاف کردی گئی ہے کہ بت پرست ہونے کے باوجود حرمِ مقدس کی زیارت کا عزم بہت ہی پختہ ہے۔ جیسے یوں کہا جاسکتا ہے کہ عشقِ رسول کا جادو سر چڑھ کر بول رہا ہے۔

راجندر نرائن سکسینہ خود اور دیگر ہندو نعت گو شعرا نے جا بجا اپنے نعتیہ کلام میں ایمان و کفر کی بات کہی ہے۔ آج نعتیہ ادب کے ناقدین کے مابین اس قسم کے اشعار تنقید و تحقیق کا موضوع بنے ہوئے ہیں کہ اس طرح کے اشعار کو اسلامی جذبہ یا عشقِ رسول کہا جائے یا پھر شاعرانہ تعلّی۔ اس لیے کہ فقہِ اسلامی میں ایمان و کفر کی جو توضیح و تشریح موجود ہے وہ ان شعرائے کرام کے کلام سے ہٹ کر ہے۔ چند اشعار بسمل شمس آبادی کے مجموعۂ کلام سے بھی ملاحظہ ہوں:

چھائی تھی زمانے پر جب کفر کی تاریکی
پیدا ہوئے ایمان کے لمعات مدینے میں[7]

☆

ایماں کی تو یہ ہے کہ ایماں کی راہ پر
اُمت کو لائی جس کی قیادت تمھیں تو ہو[8]

☆

آپ پر لائے جو ایمان رسولِ عربی
آدمی ہے وہی انسان رسولِ عربی[9]

اسی طرح شفاعت و بخشش کی باتیں بھی کہی گئی ہیں جب کہ شفاعت و بخشش کا مقام ایمان کے بعد کا ہے۔ مگر جس جوش اور جذبے کے تحت شفاعت و بخشش طلب کی جارہی ہے وہ لائقِ صد ستائش ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

بخشے جائیں گے بسمل برِ حشر جو
اُن کی فہرست میں تیرا نام آگیا[10]

☆

یہ کہہ کے مجھے بخشش سینے سے لگا لے گی
دیکھو یہ محمد کا دیرینہ غلام آیا[11]

☆

انجام کار داورِ محشر کے سامنے
جس سے ہے اک اُمید شفاعت تمھیں تو ہو[12]

الحاصل راجندر نرائن سکسینہ ہوں یا دیگر غیر مسلم نعت گو شعرا اُن کا کلام اُن کی تحریر کردہ نعتیں اور حمد پاک ان کے ایمان و عقائد سے ہٹ کر آج بھی پڑھنے کے بعد متاثر ضرور کرتی ہیں اور صرف متاثر ہی نہیں کرتیں بلکہ اپنا گرویدہ بنا لیتی ہیں۔ اس طرح کی ایک نعت پاک بسمل شمس آبادی کے مجموعۂ کلام سے ملاحظہ ہو جس وقت میں اس مقالے کی تیاری کر رہا تھا اور اشعار کا انتخاب تیار کر رہا تھا جب مَیں نے درج ذیل نعت پاک کا مطالعہ کیا تو مَیں فیصلہ ہی نہیں کر سکا کہ کس شعر کو منتخب کروں اور کس کو چھوڑ دوں۔ بالآخر مَیں نے پوری نعت پاک تحریر کرنا مناسب سمجھا آپ بھی ملاحظہ فرمائیں اور محظوظ ہوں۔ عنوان ہے ''عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

اللہ اللہ مبارک ہو دن آج کا، آج نبیوں کا اک پیش امام آ گیا
گود میں آمنہ کی وہ نورِ ازل وہ رسالت کا ماہِ تمام آ گیا
پیکرِ سادگی، روحِ پاکیزگی، جانِ ہر انجمن ہر مقام آ گیا
جس کے رخسار کا عکس نورِ سحر جس کے گیسو کا سایہ ہے شام، آ گیا
دیکھنے کو اسے عرش سے فرش تک جمع تھے جتنے قدسی و حور و ملک
روئے اطہر کی بس دیکھتے ہی جھلک ان کے لب پر درود و سلام آ گیا
کملی والے کے آنے کی تھی جو خبر، چاند تارے رہے فرشِ راہ رات بھر
لے کے کرنوں کی سوغات وقتِ سحر مہرِ تاباں پئے احترام آ گیا
روشنی جس سے ایماں کی حاصل ہوئی مشکل انساں میں ہلتی وہ نازل ہوئی
آج نازاں بجا طور پر ہے بشر، آج نازِ بشر کا مقام آ گیا
لفظ کُن کی بیاں جس نے تفسیر کی جس نے سمجھا دیا موت ہے زندگی
واقفِ رازِ ہستی و نیستی رازدارِ فنا و دوام آ گیا
عفوِ عصیاں کی خاطر پریشان نہ ہو وقت آخر اب آٹھ آٹھ آنسو نہ رو
بخشے جائیں گے بسمل سرِ حشر جو ان کی فہرست میں تیرا نام آ گیا[۱۳]

اس کے علاوہ بسمل شمس آبادی کے مجموعۂ کلام ''خشتِ حرم'' میں تقریباً تیرہ نعت پاک اور ہیں۔ ایک سلام بھی ہے، سلام کا انداز بتا رہا ہے کہ آپ حفیظ جالندھری سے زیادہ متاثر ہیں۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

سلام اُس پر جسے شایاں ہے فخر الانبیا کہنا
سلام اُس پر جسے زیبا ہے محبوبِ خدا کہنا

سلام اُس پر جو نقشِ اوّلیں تھا روئے گیتی پر
سلام اُس پر جو ختم المرسلیں تھا روئے گیتی پر

سلام اُس پر جو عقلِ کُل تھا، اُمی لقب جس کا

سلام اُس پر جہاں میں نام تھا ماہ عرب جس کا
سلام اُس پر جو شمع راہِ عرفاں بن کے آیا تھا
سلام اُس پر جو گم راہوں کو راہِ حق پہ لایا تھا
سلام اُس پر جو دکھیوں کا ہمیشہ دُکھ بٹاتا تھا
سلام اُس پر خطا کاروں کی جس نے ہر خطا بخشی
سلام اُس پر کہ جس کا فیضِ عالم آشکارا تھا
جو بیواؤں، یتیموں، بے سہاروں کا سہارا تھا ☆۱۴

راجندر نرائن سکینہ بسمل شمس آبادی نے نعت پاک کے علاوہ دیگر موضوعات پر بھی اپنے فکروفن کے جوہر دکھائے ہیں۔ جیسے رمضان کا مہینہ، نماز، روزہ، محرم، اے فاتحِ خیبر کے لال، اے عزادارِ حسین، عیدالاضحیٰ، عیدِ الفطر، عید ہے، یہ عید کا دن ہے، عید کا دن ہے، اجمیر شریف، صوفی ستار شاہ، آستانہ ستاریہ فتح گڑھ وغیرہ۔

حوالے

☆۱۔ ''خشتِ حرم'' راجیندر نرائن سکینہ بسمل شمس آبادی، گاڑی خانہ فتح گڑھ، ص ۱۰
☆۲۔ ''زخمِ نہاں'' راجیندر نرائن سکینہ بسمل شمس آبادی، گاڑی خانہ فتح گڑھ، ص ۱۳
☆۳۔ ''رستے چھالے'' راجیندر نرائن سکینہ بسمل شمس آبادی، گاڑی خانہ فتح گڑھ، ص ۱۴
☆۴۔ ''رستے چھالے'' راجیندر نرائن سکینہ بسمل شمس آبادی، گاڑی خانہ فتح گڑھ، ص ۱۵
☆۵۔ ''رستے چھالے'' راجیندر نرائن سکینہ بسمل شمس آبادی، گاڑی خانہ فتح گڑھ، ص ۱۶
☆۶۔ ''خشتِ حرم'' راجیندر نرائن سکینہ بسمل شمس آبادی، گاڑی خانہ فتح گڑھ، ص ۲۵
☆۷۔ ''خشتِ حرم'' راجیندر نرائن سکینہ بسمل شمس آبادی، گاڑی خانہ فتح گڑھ، ص ۵۰
☆۸۔ ''خشتِ حرم'' راجیندر نرائن سکینہ بسمل شمس آبادی، گاڑی خانہ فتح گڑھ، ص ۳۴
☆۹۔ ''خشتِ حرم'' راجیندر نرائن سکینہ بسمل شمس آبادی، گاڑی خانہ فتح گڑھ، ص ۳۷
☆۱۰۔ ''خشتِ حرم'' راجیندر نرائن سکینہ بسمل شمس آبادی، گاڑی خانہ فتح گڑھ، ص ۲۸
☆۱۱۔ ''خشتِ حرم'' راجیندر نرائن سکینہ بسمل شمس آبادی، گاڑی خانہ فتح گڑھ، ص ۳۰
☆۱۲۔ ''خشتِ حرم'' راجیندر نرائن سکینہ بسمل شمس آبادی، گاڑی خانہ فتح گڑھ، ص ۳۴
☆۱۳۔ ''خشتِ حرم'' راجیندر نرائن سکینہ بسمل شمس آبادی، گاڑی خانہ فتح گڑھ، ص ۲۷۔۲۸
☆۱۴۔ ''خشتِ حرم'' راجیندر نرائن سکینہ بسمل شمس آبادی، گاڑی خانہ فتح گڑھ، ص ۲۸۔۲۹

گوشہ ابرار کرتپوری

ابرار کرتپوری سے ادبی مکالمہ

مصاحبہ گو؛ غلام ربانی فدا

؛ آپ علمی ومذہبی خانوادے سے تعلق رکھتے ہیں اختصار کے ساتھ پس منظر بیان کیجئے؟

☆ ہمارے وطن کرتپور ایک تاریخی بستی ہے۔ اکبر بادشہ کے زمانے میں ہمارے خاندان (جس میں مفتی صاحبان اور قاضی صاحبان شامل ہیں) کو قضاوۃ کے ساتھ جائیداد صحرائی وسکنائی عطا ہوئی۔ کئی حضرات علمی کاموں میں مصروف رہتے تھے۔

÷ آپ کے بزگوں میں کیا شاعر بھی ہوتے ہیں؟ اختصار کے ساتھ بتائیے؟

☆ فدا صاحب! ہمارے بزرگوں میں شاعر تو ہوئے ہیں۔ ہمارے ایک دادا فارسی شاعر تھے۔ ان کے ایک بیٹے قاضی امداد حسین امداد طنز ومزاح کے شاعر تھے۔ اللہ ہمارے ایک چچا مولانا قاضی سجاد حسین عربی وفارسی کے بہت بڑے عالم، مدرسہ عربیہ عالیہ کے پرنسپل اور شیخ الحدیث تھے۔ انہوں نے گلستاں، بوستاں، دیوانِ حافظ اور مثنوی مولانا روم اردو ترجمہ کیا اور حواشی لکھے جو برصغیر میں مقبول ہیں۔

÷ جب آپ نعت گوئی کی طرف متوجہ ہوئے تو سب سے پہلے کہی گئی نعت کا مطلع اور مقطع پیش فرمائیں؟

☆ ستر کی دہائی میں مظفر وارثی (لاہور) کی نعتیہ شاعری سے متاثر ہوا۔ اور پھر رجحان صرف حمد ونعت کی طرف ہو گیا۔ پہلی نعت کے دو اشعار پیش ہیں۔ یہ نعت پاکستان لاہور کے گورنمنٹ کالج کے مجلہ.. اوج نے انتخاب کی تھی۔ مطلع اس طرح تھا۔ ہیں معطر جان ودل از بوئے دوست / رشکِ جنت ہے فضائے بوئے دوست

اس سے پوچھو فلسفہ دن رات کا / جس نے دیکھے ہوں رخ وگیسوئے دوست

÷ آپ کی شاعری میں کن اساتذہ نے گہرے اثرات مرتب ہوئے ہیں؟

☆ میں نے بہت سے بزرگ شعراء کا کلام پڑھا اور سنا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ ہمارے بزرگ شعراء نے اتنا کچھ کہہ دیا ہے۔ جو ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے، جہاں تک کہ یہ سوال کہ میرے کلام یا شاعری میں کن حضرات اساتذہ کے گہرے اثرات مرتب ہوئے ہیں، تو یہ تو میرے کلام پڑھنے والوں کو فیصلہ کرنا ہے کہ میری شاعری میں کون سے شعراء کے اثرات نظر آتے ہیں۔

÷ نعت نگاری کا فن کارگہہ شیشہ گری ہے۔ آپ اس فن سے کس طرح سرخرو ہوئے؟

☆ نعت گوئی در حقیقت نہایت نازک ترین عمل ہے، ہمارے بزرگوں نے اسے پل صراط پر چلنے اور تلوار کی دھار پر چلنے کے مترادف قرار دیا ہے۔ کہ شاعر ذرا چوکا اور قعر مذلت میں گرا۔ تو حید و رسالت سے فرق کو سمجھنا ایک شاعر کے لیے نہایت ضروری ہے۔ حضور سرور کائنات ﷺ کی مدح و ثنا کرتے وقت تکریم بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر کو پیش نظر رکھیں در اصل نعت گوئی حقیقت نگاری کا عمل ہے۔ جو اس بات کا خیال رکھے گا۔۔ سرخرو ہوگا۔ میں اس سلسلے میں کہاں تک کامیاب ہوں۔ یہ میرے کلام کا مطالعہ کرنے کے بعد قارئین کو فیصلہ کرنا ہے۔

ساعتوں پہ کرم بے حساب ہوتا ہے ادب کہ ذکر رسالتمآب ہوتا ہے

توصیفِ محمد کی تخئیل کو کہک دے یارب مرے الفاظ کو پھولوں کی مہک دے

حضور سرور کائنات ﷺ کی ذات والا صفات اتنی عظیم ہے کہ آپ کی مدح و ثنا خود رب العالمین نے فرمائی ہے۔ لیکن اس کے باوجود حمد و نعت کے فرق کو قائم رکھنا شاعر کا اعزاز بیشاعری کا اعتبار

÷ کیا آپ شعر کہنے کے بعد اسے بار بار پڑھتے ہیں یا پھر شائع کرتے ہیں؟

☆ میرا یہ عمل رہتا ہے کہ جو کلام میں کہتا ہوں اس کو فائنل نہیں سمجھتا۔ وہ کلام جب بار بار نظر سے گزرتے ہیں اور اس میں ترمیم ہو سکتی ہے تو ضرور کرتا ہوں مزید بہتری کے لیے ترمیم میں کوئی حرج نہیں۔۔ شائع ہونے کے بعد بھی بہتری کے لیے ترمیم کی جاسکتی ہے

÷ کیا شاعری کے لیے عشق ضروری ہے؟ کیا آپ بھی اس فطری جذبے سے مغلوب ہو چکے ہیں؟

☆ تخلیق کار کو اپنی تخلیقات سے محبت ہونا ایک فطری چیز ہے، محبت کا جذبہ جب عشق بنتا ہے تو شاعری میں آمد کی کیفیات کا نزول ہوتا ہے، در اصل بقول مخمور دہلی ۔

محبت کے لیے کچھ خاص دل مخصوص ہوتے ہیں یہ وہ نغمہ ہے جو ہر ساز پر گایا نہیں جاتا

جذبۂ عشق کا غلبہ سے شاعری میں کیفیات سحر آفریں در آتی ہیں۔ اب آپ ہی فیصلہ کیجئے اچھی شاعری کے لیے عشق ضروری ہے یا نہیں؟ در صورت ایں اس فطری جذبے سے مغلوب ہونا بھی لازم ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ عشق رسول ﷺ نعتیہ شاعری کی بنیاد ہے رسول ﷺ کی محبت کے بغیر نعتیہ شاعری نہیں ہو سکتی۔

÷ آپ نے اردو و فارسی کا گیان بھی حاصل کیا ہے؟ وہ اساتذہ اور کتابیں کون سی ہیں جنہوں نے آپ کو عروضی شعور عطا کیا؟

☆ اردو ہو یا فارسی۔ شاعری کے لیے موزونیِ طبع کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ عروض ایسا علم ہے جو ہمیں بحور کے مطابق صحیح شاعری

اور موزوں اشعار کہنے کی رہنمائی کرتا ہے۔ طبع موزوں رکھنے والا اگر عروض داں بھی ہو جائے تو سونے پر سہاگہ ہو جاتا ہے۔ اردو شاعری میں علامہ اصدف حسین دہلوی، علامہ ابد احسنی گنوری، سحر عشق آبادی اور ڈاکٹر کمال احمد صدیقی حضرات نے کتابی شکل میں سرمایہ چھوڑ آئے جو طالب علمی کی رہنمائی کر رہا ہے۔

÷ کیا آپ کے تلامذہ بھی ہیں؟ کچھ نام بتائیں۔

☆ تلامذہ تو ہیں۔ کچھ بااعلان اور کچھ پس پردہ۔ قاضی ناصر احمد کرتپوری، یاس چاند پوری، عازم کوہلی، سکندر عاقل، یہ حضرات دہلی میں رہتے ہیں

÷ نعت گوئی میں آپ نے کن کن ہیئتوں میں یا اقسامِ نظم میں طبع آزمائی کی ہے؟

☆ میں نے زیادہ تر نعتیں تو غزل کے فارم میں کہی ہیں۔ ویسے نعتیہ مثنوی، رباعی، مسدس، آزاد نظم، نظم، قطعات وغیرہ بھی ہیئتوں میں میں نے طبع آزمائی کی ہے۔ (نعتیہ کہی ہیں)

÷ شعر گوئی جز وقتی عمل ہے یا ہمہ وقتی؟

☆ شعر گوئی کے لیے ایک خاص وقت، ماحول اور فکر درکار ہے۔ لہٰذا مخصوص حالات میں ہی شعر گوئی ممکن ہے۔ وقت بوقت نہیں،

÷ نعت گوئی میں غلو کا سہو آپ کی رائے میں کیسا ہے؟

☆ غلو سہواً نہیں قصداً ہوتا ہے۔ نعت گوئی میں غلو کی گنجائش نہیں ہے۔ یہ نعت کی پاکیزگی کو مجروح کر دیتا ہے۔

÷ جب آپ اداس ہوتے ہیں تو کیا کرتے ہیں؟

☆ حمد و نعت ترنم سے پڑھنا اداسی کا بہترین علاج ہے۔

÷ جب آپ جوش میں ہوتے ہیں تو کیا کرتے ہیں؟

☆ ؎ اہلِ دل یہ سحر و شام کیا کرتے ہیں
جوش میں ہوش سے بس کام لیا کرتے ہیں

÷ کیا آپ اپنی شاعری پر تنقید پسند کرتے ہیں؟

☆ تنقید اگر صحت مند ہے تو اس کو پسند کرنا چاہیے۔

÷ ہندوستان میں حمد و نعت کا مستقبل کیسا ہے؟

☆ یہ میرے آقا ﷺ کا زندہ معجزہ ہے کہ آج عالمی طور پر نعت گوئی کو جو فروغ حاصل ہوا ہے۔ کبھی نہ ہوا تھا بلکہ اس میں روز افزوں اضافہ

ہو رہا ہے۔ رحمت اللعالمین ﷺ کی مدح و ثنا میں غیر مسلم حضرات بھی پیش پیش ہیں۔ اردو کے نامور شاعر جناب ڈاکٹر دھرمیند رناتھ ایک نہایت اہم کتاب شائع کر رہے ہیں جس میں انہوں نے تقریباً چار سو غیر مسلم شعرا کا کلام اکٹھا کیا ہے، آج ریڈیو، ٹی وی، مشاعروں کیذریعہ نعتیہ کلام ہر وقت سنا جاسکتا ہے۔ نعت گوئی حضور سرور کائنات ﷺ کی حیات طیبہ میں ہی شروع ہوگئی تھی اور یہ سلسلہ صدیوں سے جاری و ساری ہے۔ آج برصغیر میں حمد و نعت کا سلسلہ بڑے اہتمام اور احترام سے جاری ہے۔ اور اس میں روز افزوں اضافہ ہی ہو رہا ہے۔ بے شمار مجموعے نعتیہ کلام کے شائع ہو رہے ہیں۔ وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہسلسلہ اور بڑھے گا۔ نعت گوئی کا مستقبل برصغیر ہی میں نہیں۔ ہندوستان ہی میں نہیں تمام عالم میں روشن ہے۔

÷ اگر آپ کو کسی ویران جزیرے میں بھیج دیا جائے تو کن کن چیزوں کو ساتھ لیجانا پسند کریں گے؟

☆ ایسے موقعہ پر اگر مذہبی کتب بالخصوص سیرت اقدس کی کتب، حمد و نعت کی کتب، قلم، دوات، کاغذ یہ سب چیزیں اگر ساتھ ہوں تو ویرانی کا احساس نہیں ہوسکتا۔

÷ آپ نے دہلی میں حمد و نعت اکیڈمی قائم کی ہے۔ اس کے ذریعے آپ کیا خدمات انجام دے رہے ہیں اور اس کے ذریعے کیا پیغام دینا چاہتے ہیں؟

☆ رسول اکرم ﷺ کی محبت میں حمد و نعت اکیڈمی کا قیام عمل میں آیا۔ حمد و نعت اکیڈمی کے اغراض و مقاصد میں پاکیزہ اصناف سخن حمد و نعت کی ترویج و ترقی اور ان سے صحت مند تنقید کا انتظام کروانا اور ان حضرات کی حوصلہ افزائی کرنا ہے جو نثر یا نظم کے ذریعہ ان پاکیزہ اصناف سخن کے لیے خدمات دے رہے ہیں۔ چنانچہ اکیڈمی نے جہاں طرحی حمدیہ و نعتیہ نشستیں منعقد کر رہی ہے۔ وہیں نعتیہ مشاعرے کیے ہیں اور ان حضرات کی حمد و نعت کی خدمات کے اعتراف میں انعامات پیش آچکی ہے، اکیڈمی یہ بھی چاہتی ہے کہ ان حضرات کی حمد و نعت سے متعلق کتب شائع کرائے جو خود اپنی کتب چھاپنے سے قاصر ہیں۔ یہ سب اسی وقت ممکن ہے کہ ہم اللہ و رسول ﷺ کی اطاعت صدق دل سے کریں، حمد و نعت اکیڈمی نئی دہلی کو یہ سب مزید بہتر طور پر انجام دینے کے لیے سب حضرات کا تعاون درکار ہے

÷ رسالہ جہان نعت کے سلسلے میں آپ کے کیا تاثرات ہیں اور قارئین کو کیا پیغام دینا چاہیں گے

☆ جہان نعت کا مبارک آغاز ہوا ہے۔ پہلا مجلّہ پڑھنے کا موقعہ ملا۔ آپ نے جس طرح یہ پاکیزہ مجلّہ شروع کیا ہے اس کو برقرار رکھئے بلکہ اس میں مزید اضافے (خوشگوار) اس کی اہمیت اور مقبولیت میں اضافہ کریں گے۔ آپ کا جہان نعت پڑھ کر طبیعت خوش ہوگئی۔ قارئین کرام سے درخواست ہے کہ جہان نعت جو واحد حمد و نعت کا مجلّہ ہے اس کے خریدار بنیں تا کہ اس کو اور خوبصورت و با مقصد بنایا جاسکے۔ اس قسم کے مجلوں اور کتب کا مطالعہ دنیا و عقبیٰ دونوں کے لیے فائدہ مند ہے۔

روق ارگلی نئی دہلی

صحرائے غزل سے گلزارِ حمد و نعت تک

ن انسانیت رحمت عالم سرور کائنات محمد مصطفیٰ ﷺ کی تعریف و توصیف میں جو شاعری کی جائے اس کے لیے لفظ نعت مختص ۔ اردو کے شعری ادب کی پوری تاریخ پر نظر ڈالیں تو شاید ہی کوئی ایسا بدنصیب شاعر ہوگا جس نے نعت نہ کہی ہو۔ جہاں تک مسلمان راء کا تعلق ہے، عشق رسول ان کے ایمان کا حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور اپنے پیغمبر کی مدح میں نعت کہنا۔ پڑھنا، نعت شریف کی ل سجانا مومنین کے لیے باعث فلاح دارین ہے۔ نعت وہ صنف سخن ہے جو عربی اور فارسی سے لے کر اردو تک ہر دور میں مقدس اور محترم ہے۔ مسلمان شعراء کے لیے نعت کی اہمیت اور عظمت یہ ہے کہ تمام ہی شعراء اپنے مجموعہ ہائے کلام کا آغاز حمد باری تعالیٰ اور نعت رسول ﷺ سے کرتے آئے ہیں۔ نعت گوئی، مسلم شعراء کے نعتیہ کلام کا بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے جس میں انہوں نے پیغمبر انسانیت سے محبت و بدت کے چراغ روشن کیے ہیں۔ دراصل حضور ﷺ کی آفاقی انسانی تعلیمات اور آپ کے اوصاف حمیدہ نے مسلم و غیر مسلم سب کو متاثر ہے۔ غیر مسلموں کی نظر میں بھی آپ کی عظیم ترین شخصیت ایک مہاپرش کی ہے۔ جس کی مہانتا کی کوئی حد نہیں چنانچہ غیر مسلم شعرا کی داد اتنی بڑی ہے کہ اگر ایک ایک نعت بھی سب کی جمع کریں تو کئی جلدیں بھر جائیں۔ کچھ ہندو شعرا نے نعت گوئی کو ہی اپنی شاعری کا دمحور بنالیا تھا۔ بہت سے غیر مسلم شعرا کے نعتیہ مجموعے بھی دیکھنے کو ملتے ہیں۔ اردو کے برگزیدہ نعت گو شاعر دلورام کوثری حصاری نے ندگی بھر نعتیہ شاعری ہی کی ہے۔

لکھیں عمر بھر کوثری ہم نے نعتیں
نہ کچھ اور غم زندگانی میں رکھا
کچھ عشق پیمبر میں ہیں شرط مسلماں
ہیں کوثری ہندو بھی طلب گار محمد ﷺ

مہاراجہ سرکشن پرشاد وزیر اعظم سلطنت نظام حیدرآباد نہایت خوش فکر شاعر تھے۔ ان کا نعتیہ کلام بھی شاہکار تصور جاتا ہے۔ کہتے ہیں؛

ہیں پھول اسی باغ کے سب کافر و مومن
یہ گلشن ایجاد ہے گلزار محمد ﷺ

پتی سہائے فراق گھورکھپوری نے اپنی مشہور نعتیہ رباعی میں کہا؛

انوار بے شمار محدود نہیں
رحمت کی شاہ راہ مسدود نہیں
معلوم ہے کچھ تم کو محمد کا مقام
وہ امتِ اسلام میں محدود نہیں

یہی بات کنور مہندر سنگھ بیدی سحر نے بیحد مؤثر پیرائے میں کہی ہے؛

عشق ہو جائے کسی سے کوئی اجارہ تو نہیں
صرف مسلم کا محمد پہ اجارہ تو نہیں

اور جگناتھ آزاد کا محسن انسانیت سرورِ عالم کی بارگاہ میں پیش کیا گیا یہ نذرانہ سلام نعتیہ شاعری کا شاندار نمونہ قرار دیا جاتا ہے۔

سلام اس ذاتِ اقدس پر سلام اس فخرِ دوراں پر
ہزاروں جس کے احسانات ہیں دنیائے امکاں پر
بڑے چھوٹے میں جس نے اک اخوت کی بنا ڈالی
زمانے سے تمیزِ بندہ و آقا مٹا ڈالی

اردو شاعری کے اولین ادوار میں دکنی کلاسیکی شعریات، میر و غالب کے عہد اور اس کے بعد سے اب تک دوسری اصناف سخن کے ساتھ نعتیہ شاعری کی جلوہ نمائیاں قائم رہی ہیں لیکن ان شعرا میں سب سے بڑا نام ہے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کا حدائق بخشش کے عنوان سے ان کا دیوان نعت رسول ﷺ کے حوالے سے اردو ہی نہیں عربی و فارسی کی نعتیہ شاعری میں بھی اپنی مثال آپ ہے۔ مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام آج بھی پوری دنیائے اردو میں گونج رہا ہے۔ اردو شعری تاریخ میں غالب، ذوق، مومن اور سوسرے معاصرین، غلام امام شہید، الطاف حسین حالی اور ان کے بعد منیر شکوہ آبادی، محسن کاکوروی اور پھر علامہ اقبال، حفیظ جالندھری، بہزاد لکھنوی، ماہر القادری، ضیاء القادری، زائرِ حرم حمید صدیقی سے لے کر بیکل اتساہی اور مظفر وارثی تک نامور نعت گو شعرا کی ایک طویل فہرست ہے۔ آج برصغیر ہند و پاک اور اردو کی نئی عالمی بستیوں میں سینکڑوں شعراء وجود ہیں جو نعت شریف میں بھی طبع آزمائی کر رہے ہیں، لیکن ایسے شاعر بہت کم ہیں جنھوں نے قادر الکلام شاعر ہوتے ہوئے بھی اپنی تمام تر تخلیقی توانائیاں صرف حمد باری تعالیٰ اور نعت رسول ﷺ کے لیے وقف کر دی ہوں۔ اس میدان میں یوں تو چار چھ اہم شعراء کے نام سامنے آتے ہیں لیکن سرف دو ایسے اصحاب نظر آتے ہیں جنھوں نے باکمال شاعر ہوتے ہوئے بھی اپنی دنیوی شاعری کی مقبولیت سے کنارہ کر کے اپنی فکری صلاحیتیں حمد و نعت کیلئے وقف کر دی ہیں۔ اور موجودہ عہد کے سب سے بڑے، سب سے محترم اور مقتدر شعراء میں اپنا مقام بنالیا ہے۔ یہ دو اہم صحاب ہیں پاکستان

کے حضرت مظفر وارثی اور ہندوستان کے جناب ابرار کرتپوری۔ آج ابرار صاحب کی نعتیہ شاعری سرزمین ہند میں چاروں طرف عشق رسول ﷺ کے اجالے پھیلا رہی ہے۔ ہندوستان میں حمد و نعت کے وہ بلاشبہ بڑے شاعروں میں شمار ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کے لیے اکثر لوگ حسان الہند کا لقب استعمال کرنے لگے ہیں۔ لیکن یہ سعادت، یہ شاعرانہ عظمت انہیں یوں ہی نہیں ملی، بقول ابوالفیض سحر مرحوم فنی مہارت کے ساتھ (شاعر کو) عروض اور لغت پر خواہ کتنا ہی عبور کیوں نہ ہو، آہنگ و اسلوب میں بھی کتنی ہی جدت کیوں نہ ہو نعت گوئی کا حق ادا کرنا سینے میں سچے عشق رسول ﷺ کے ٹھاٹیں مارتے سمندر کے بغیر ممکن نہیں ہے، خوشی کی بات ہے کہ ابرار کرتپوری اس معیار پر پورے اترتے ہیں۔ انہیں فن پر بھی عبور ہے اور ان کے سینے میں سچے عشق رسول ﷺ اور حب مصطفوی کی شمع فروزاں ہے (پیش لفظ مدحت)

راقم الحروف کا ایقان ہے کہ توفیق و تائید خداوندی کے بغیر حمد و نعت کی تخلیق ممکن نہیں یہ سعادت اسی کو حاصل ہوتی ہے جس پر رحمت خاص کی نظر ہوتی ہے۔ میری ناچیز رائے میں ابرار صاحب کو شاعرانہ قدر و منزلت اور عوامی مقبولیت اس لیے حاصل ہوئی کہ ان کی یہ دعا بارگاہ ایزدی میں مستجاب ہوئی۔

توصیف محمد ﷺ کی تخیل کو کسک دے
یارب مرے الفاظ کو پھولوں کی مہک دے
شعور نعت کا مجھ کو کمال دے یارب
مری صداؤں کو حسنِ بلال دے یارب

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کی محبت میں سرشار ابرار کرتپوری کو واقعی شعور نعت کے کمال اور ان کی آواز کو حسنِ بلال سے نواز دیا ہے، آج وہ پی ایچ ڈیوں اور درسی تدریسی نقادوں کے متعین کردہ معیارات سے قطع نظر اردو کے معتبر و مستند شعراء کی صف میں نمایاں ہیں۔ ان کے نعتیہ شعری مجموعے، ورفعنا لک ذکرک، مدحت، حرف حرف ثنا، بعد از خدا، شہر علم اور حمد یہ کلام کے مجموعے، خالق ذوالجلال، قسام ازل اور حمد کہوں تو ہوا جیا ر انہیں اسلامی ادبیات کی تاریخ میں دوام کے بخشنے کے لیے کافی ہیں۔ چونکہ یہ مادی ترقیات اور مذہب، روحانیت اور اخلاقی قدروں سے انسان کی محرومی کا زمانہ ہے اس لیے علم و ادب کے میدان میں بھی ان اقدار پر سنجیدگی سے سوچنے کی فرصت ارباب دانش کے نہیں رہی ہے۔ لیکن ایک وقت ایسا ضرور آئے گا جب یہ سمجھا جاسکے گا کہ ابرار کرتپوری نے اپنی معجز بیانی سے نہ صرف لاکھوں دلوں میں اللہ و رسول کی محبت کے چراغ روشن کیے بلکہ اردو زبان و ادب کی بھی لازوال خدمت کی ہے۔ ابرار کرتپوری پانچ ہزار ابیات پر مشتمل مثنوی "غزوات" میں حضور اکرم ﷺ کے تمام غزوات کی تاریخ بیان کر کے موجودہ دور کے ان قادر الکلام شعراء کی فہرست میں اپنا نام درج کرا چکے ہیں جن میں سب سے بڑا نام ابوالاثر حفیظ جالندھری، مصنف شاہنامہ اسلام کا ہے۔ جس کی اساس پر قدماء دکن سے لے کر میر حسن، دیا شنکر نسیم اور نواب مرزا شوق جیسے لافانی شعراء کی شہرتوں کے مینار قائم ہیں۔ ابرار کرتپوری کی قادر الکلامی کا نہایت اعلیٰ

نمونہ ان کا نعتیہ مجموعہ مدحت بھی ہے۔اس پاکیزہ مرقع نعت کی خوبی یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے اسم گرامی کے اعداد ابجد کے حساب
بیانوے (۹۲) نعتیں غالب کی زمینوں پر کہی گئی ہیں جو بجائے خود شاعر کی لسانی، عروضی اور فنی مہارت کی شاندار دلیل ہے۔لیکن اس
ساتھ ہی ان نعتوں میں اپنے ممدوح سرکار مدینہ ﷺ کی ذات والاصفات کے تئیں عقیدت اور والہانہ محبت کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر
طرح موجزن ہے کہ آورد یا تصنع کا شائبہ بھی محسوس نہیں ہوتا، غالب کی مشہور غزلوں کی زمینوں پر ڈھلے ڈھلائے اشعار ان کے دل
گہرائیوں سے بے ساختہ برآمد ہوئے ہیں

احمد سا کسی شخص کا کردار نہیں ہے
پاکیزگی اطوار کی ایسی ہے کہاں اور

کیا ذکر مومنوں کا ہو، کافر نہ رہ سکے
ان کو امین و صادق و اطہر کہے بغیر

سیرتِ اقدس کا دل سے تذکرہ جب بھی ہوا
وہ مبارک ساعتیں جانِ بہاراں ہو گئیں

حالِ دل ان کو سناؤں تو سنائے نہ بنے
شاہِ طیبہ سے چھپاؤں تو چھپائے نہ بنے

شر بڑھا جب بھی بشر کا ابرار
پھر وہی فخرِ بشر یاد آیا

دل میں عقیدتوں کا چراغاں کیے ہوئے
ہم ہیں خیالِ فخرِ رسولاں کیے ہوئے

قاضی ابرار حسین ابرار کرتپوری، ۱۴ جنوری ۱۹۳۹ کو قصبہ کرتپور (ضلع بجنور) کے ایک معزز خاندان میں پیدا ہوئے۔اس خانوادے
اسلاف سلاطین مغلیہ کے زمانے میں قضاۃ وانصاف کے اعلیٰ مناصب پر فائز ہوتے رہے، اس لیے قاضی خاندان کے نام سے
مشہور ہوا۔ابرار کے والد قاضی ریاست حسین محکمہ پولیس میں ملازم تھے۔تربیت روایتی مسلم بچوں کی طرح ہوئی۔۱۹۵۳ میں انہوں
مسلم انٹر کالج کرتپور سے ہائی اسکول پاس کیا۔۱۹۶۷ میں ان کے والد کے انتقال ہو گیا، تو تعلیمی سلسلہ جاری نہ رہ سکا۔۱۹۶۱ میں وہ
معاش میں دہلی آئے، یہاں ان کے چچا قاضی سجاد حسین کی مدد سے انہیں دیال سنگھ کالج میں ملازمت مل گئی۔یہ ملازمت غیر تدریسی
میں تھی لیکن انہوں نے یہاں رہ کر تعلیم جاری رکھی اور دہلی یونیورسٹی سے گریجویشن کیا۔اپنے شعری سفر کے بارے میں ابرار صاحب
ہیں:''مجھے بچپن سے ہی شعر و شاعری سے لگاؤ تھا۔بچپن میں میرا ترنم بہت پسند کیا جاتا تھا، اس زمانے میں ہونے والے سیرت

جلسوں، سیاسی تقاریب، جلسوں میں نظمیں، نعوت سنی جاتی تھیں۔ تبھی سے مجھے چسکا لگا اور میں نے بزرگ شعراء کا کلام پڑھنا شروع کر دیا۔ ۱۹۵۸ء سے میں باقاعدہ قصبہ کی شعری محفلوں میں شریک ہونے لگا۔"

کرتپور کے شعراء میں حکیم محمد ابراہیم جلیل جو اردو کے مشہور شاعر حفیظ میرٹھی کے والد تھے، مفتی اقتدار حسین، عابد نسیم، میرے چچا قاضی امداد حسین امداد اور شائق کرتپوری جو اس زمانے میں کرتپور کی ادبی تقریبات کے روح رواں تھے۔ ان حضرات نے ایک طرحی نشست میں مجھ سے طبع آزمائی کے لیے کہا۔ مصرع طرح تھا؛

"محبت اٹھ گئی بزمِ جہاں" میں نے اس مصرع پر پہلی غزل کہی، جس کو میرے بزرگ شعراء نے پسند کیا؛

گلوں میں یہ مہک آئی کہاں سے
کوئی گزرا ہے شاید گلستاں سے
سحر ہونے کو ہے اب آ بھی جاؤ
ستارے ہو چلے اب نیم جاں سے
الٰہی خیر ہو بیمارِ غم کی
وہ ٹوٹا اک ستارہ آسماں سے
نشانے پر لیے بیٹھا ہوں دل کو
کوئی تو تیر نکلے گا کماں سے

اس پہلی غزل پر حوصلہ افزائی نے میری ہمت بندھائی اور اس طرح شعر گوئی کا سلسلہ شروع ہوا اور میں ابرار کرتپوری ہو گیا۔' (خوشبو خیال کی)

شاعری میں ان کے استاد مظفر نگر کے خوش فکر، ماہرِ عروض و بلاغت اور کہنہ مشق شاعر علامہ محمد ابراہیم شاہد نوحی ہیں جنہوں نے اپنے اس ہونہار شاگرد پر پوری توجہ دے کر انہیں فنی نکات اور شعری اصولوں سے اس طرح آراستہ کیا کہ آج ابرار صاحب خود استاد الشعراء کہلاتے ہیں۔ انہوں نے جونیئر شعراء کی سرپرستی ہی نہیں کی بلکہ بہت سے ہم عمر شاعروں کی رہنمائی بھی کی ہے جن میں کچھ بڑے اور مشہور نام بھی شامل ہیں۔ ان کے باقاعدہ تلامذہ میں یاس چاند پوری، قاضی ناصر کرتپوری، سردار گوروِیندر سنگھ عازم کوہلی اور سکندر عاقل جیسے معروف شعراء شامل ہیں۔ ابرار صاحب شاعری کی ضرورتوں کے بارے میں کہتے ہیں؛

"طبع حساس شعر گوئی کے عمل کو روبہ کار لاتی ہے۔ حواس خمسہ ظاہری اور باطنی اس عملِ فکرِ سخن میں خصوصی معاونین کا رول ادا کرتے ہیں۔ انسان اپنے ماحول میں چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے، جاگتے سوتے جن حالات سے دوچار ہوتا ہے وہ جو کچھ دیکھتا ہے، سنتا اور محسوس کرتا ہے خامہ کے ذریعہ قرطاس پر اس کو اس شعری روپ عطا کرتا ہے۔ شعر گوئی کے لیے بنیادی چیز "موزونی طبع" ہے اس کے بغیر

کوئی شخص شاعری نہیں کرسکتا بالفاظ دیگر موزونی طبع کے بغیر تجربے کے مطابق صحیح شعر کہنا ممکن ہی نہیں۔ علاوہ ازیں صاف ستھرا اور بامعنی کلام کہنے کے لیے جہاں زبان وبیان کی جانکاری اور شاعری کے تمام محاسن کا علم ہونا ضروری ہے وہاں معائب شعری کا جاننا بھی نہایت ضروری ہے۔ کلام میں فصاحت اور بلاغت مسلسل مطالعہ کے ذریعہ پیدا ہوتی ہے۔ جب ہم اپنے بزرگ شعراء کا کلام پڑھتے ہیں تو اس سے ہمیں شعر فہمی کا شعور پیدا ہوتا ہے۔ یہی شعور ہماری شعری تخلیقات کو اعتبار عطا کرتا ہے۔ شاعری ایک فن ہے جو بڑی ریاضت کے بعد حاصل ہوتا ہے موجودہ دور میں جسے ترقی پذیر دور کہا جاتا ہے اس میں زبان کی تعلیم کا وہ طریقہ یا رواج اب نہیں پایا جاتا جواب سے پچاس ساٹھ سال پہلے تک رائج تھا۔ جہاں تک اردو زبان کا تعلق ہے اس کا ڈھانچہ ہندوستانی ہے۔ لیکن اس کی تزئین عربی اور فارسی الفاظ سے ہوئی ہے۔ ہر چند اردو میں بے شمار الفاظ دوسری زبانوں کے شامل ہیں۔ لیکن یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ آج بھی اردو کا جادو سر چڑھ کر بولتا ہے۔ ہر چند پرائمری لیول پر اردو کی تعلیم کا انتظام نہیں ہے تاہم یہ زبان اردو نا مساعد حالات میں بھی کسی نہ کسی طرح زندہ ہے اسے اس زبان کی کرامت ہی کہیے۔" (روشنی تخیل کی)

جناب ابرار کرتپوری گزشتہ چار دہائیوں سے دہلی شہر کی علمی ادبی سرگرمیوں میں پیش پیش رہتے ہیں۔ ۱۹۶۹ء میں غالب صدی دھوم دھام سے منائی گئی تھی، اسی سال بستی حضرت نظام الدین میں حکیم عبدالحمید صاحب نے غالب اکیڈمی کی تعمیر کرائی، اس زمانے میں ابرار صاحب بستی حضرت نظام الدین میں ہی سکونت پذیر تھے۔ ہمدرد کے ہی ایک کارکن تھے مرحوم شاعر واجد سحری سے یہیں دوستی ہوئی، دونوں کی رفاقت نے غالب اکیڈمی کو جہت جلد دلی کا فعال اور متحرک علمی ادبی مرکز بنا دیا۔ واجد سحری مرحوم انجمن ساز وادب کے تحت مشاعرے اور تہذیبی پروگرام منعقد کرنے شوقین تھے، ابرار صاحب نے بھی ایک علمی وادبی تنظیم مرکز علم ودانش قائم کر رکھی تھی، اس کیذریعے سیمینار، مشاعرے وغیرہ ہوتے رہے تھے۔ غالب اکیڈمی کے سکریٹری سید ذہین نقوی مرحوم کی سرپرستی میں بزم یادگار انیس قائم کی ہوئی تھی اس کے پروگراموں میں یہ دونوں اصحاب بھی سرگرم رہتے تھے۔

ابرار صاحب ۱۹۹۹ میں دیال سنگھ کالج کی ملازمت سے سبکدوش ہوئے اس وقت تک وہ ملک گیر شہرت کے حامل شاعروں میں شمار ہونے لگے تھے۔ انہوں نے غزل، رباعی، نظم، مثنوی ہر صنف سخن میں طبع آزمائی کی ہے۔ لیکن حمد ونعت ان کا فن ہی نہیں مقصد حیات بن چکا ہے۔ چند سال قبلحضرت نظام الدین سے جامعہ نگر منتقل ہوئے یہاں انہوں نے باقاعدہ ایک دینی اشاعتی ادارہ "حمد ونعت اکیڈمی" کے نام سے قائم کیا جس کے مقاصد میں حمد ونعت کے میدان میں نمایاں شعری تحقیقی واشتی خدمات کے حامل اصحاب کے حوصلہ افزائی کے لیے ایوارڈ واعزازت کی پیشکشی، نعتیہ حمد یہ مشاعروں ومحافل کا انعقاد اور نشر واشاعت کے کام شامل ہیں انہوں نے تب ولہجے میں عصری حسیات سے معمور نو کلاسکی غزلیہ روایات کی پابندی کے ساتھ عصری مزاج سے ہم آہنگ خوبصورت کلام تخلیق کیا اور ملک بھر کے مشاعروں کے پسندیدہ شاعر بنے، ان کا کلام برصغیر کے موقر اخبارات وجرائد میں شائع ہوکر ارسو قارئین کی ضیافت طبع کا باعث بنا۔ لیکن اس وقت جب کہ ان کی شہرت اور مقبولیت کا آفتاب نصف النہار پر تھا انہوں نے غزل سے کنارہ کشی اختیار کی اور پو

طرح مدحت سرورِ کائنات ﷺ کے لیے خود کو وقف کر دیا۔ لیکن ان کے دو شعری مجموعے ''خوشبوخیال کی'' اور ''روشنی تخیل کی'' انہوں نے اس عہد کا میں جواں فکر شاعر غزل گو شاعر ثابت کرنے کے لیے کافی ہیں۔ ابرار کرتپوری نے بچوں کے لیے خوبصورت اصلاحی و معلوماتی نظمیں بھی لکھی ہیں۔ دلکش نظمیں اور بچپن دو مجموعے اردو کے ادب اطفال میں خوبصورت اضافہ تسلیم کرتے ہوئے حکومت ہند کے ترقی اردو بیورو نے شائع کئے۔ ابرار صاحب کا تازہ ترین کارنامہ حمد یہ نعتیہ رباعیات ''عقیدت پارے'' کے عنوان سے ان کے ادارے حمد و نعت اکیڈمی سے شائع ہوا ہے۔ وہ ضلع بجنور کے نعت گو شعراء پر ایک تحقیقی کتاب مرتب کر چکے ہیں جو جلد ہی شائع ہونے والی ہے۔ اس کے ساتھ ہی بجنور کے شعرا اور ادیبوں کی تاریخ پر بھی کام کر رہے ہیں، ان کا شاندار علمین کارنامہ اردو زبان و شاعری پر نثر میں معلوماتی کتاب ''مفتاحِ سخن'' ہے یہ کتاب بھی طباعت کے مراحل میں ہے۔ یسی ایک اور کتاب ''نعت'' کے بارے میں تحقیقی مطالعہ ہے۔ ابرار کرتپوری کا علمی، ادبی، شعری، تہذیبی اور روحانی سفر جاری ہے، چونکہ مزاجاً وہ انتہائی خلیق، محبتی اور بے لوث انسان ہیں اس لیے ان کے دوستوں اور چاہنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ سب کی دلجوئی، سب کے ساتھ تعاون اور سب کا احترام ان کے مزاج کا خاصہ ہے۔ انہیں دوسرے عام ادیبوں اور شاعروں کی طرح ایک دوسرے کو نیچا دکھانے یا خود دوسروں سے برتر ظاہر کرنے کی عادت نہیں، کسی سے انہیں کوئی شکایت نہیں، کسی کی برائی کرنا گناہ کبیرہ سمجھتے ہیں، مجموعی طور پر ابرار صاحب ایک مرنجاں مرنج انسان ہیں جن کی شرافتوں کی قسم کھائی جا سکتی ہے۔

ابرار کرت پوری اکابرین کی نظر میں

پروفیسر تنویر احمد علوی ''اردو میں والہانہ شاعری (نعتیہ) اور نعتیہ نظموں کی دلآویز کڑیاں ملتی ہیں۔ اچھا اچھی فکر کے ساتھ جنم لیتا ہے، جس کے سوتے کبھی خشک نہیں ہوتے۔ یہ سرچشمہ آبحیات کی طرح امر ہے کہ اس تعلق عشق رسول ﷺ سے ہم بجا طور پر ابرار کی نعتیہ شاعری میں نئی جہتوں کے ابھرنے اور نئی معنوں و سعتوں کے سامنے آنے کی توقع رکھتے ہیں۔''

رئیس امروہوی ''جناب ابرار کرتپوری نے اس ''شان رفعت'' کو موضوع سخن قرار دے کر ''ورفعنا لک ذکرک'' کے عنوان سے نعت کا پورا مجموعہ کلام مرتب کر دیا ہے۔ جس کی ابتدا حمد سے ہوتی ہے کیا رواں دلنشیں حمد ہے۔''

پروفیسر نثار احمد فاروقی ''جناب ابرار کرتپوری ایک سلیقہ شعار سخنور ہیں انہیں زبان و بیان پر بھی دسترس ہے اور اظہار و ادا میں بانکپن پیدا کرنے کا ہنر بھی جانتے ہیں۔ وہ غزل، نظم، قطعات وغیرہ یکساں سہولت کے ساتھ لکھتے ہیں۔ نعت ایک نہایت مشکل مضمون ہے اور اس میں کیف و اثر محض عطیہ خداوندی ہے۔ ابرار صاحب کی نعتیں دل کی آواز معلوم ہوتی ہیں۔ ادبی اعتبار سے ان کا وصف یہ ہے کہ نئی زمینوں کا انتخاب کیا ہے اور اسلوب کی جدت کا اہتمام رکھا ہے''

پروفیسر ظہیر احمد صدیقی ''نعتیہ شاعری میں جذبۂ عشق اور عقیدت بنیادی محرک کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہیکہ مسلمان کے ذہنی اور روحانی رشتوں میں قوی ترین رشتہ وہی ہے جو ہر مسلمان کے لیے رسولِ اکرم ﷺ سے وابستگی کا ضامن ہے اور یہی نعتیہ شاعری کا محرک ہے ابرار کرتپوری کے نعتیہ شاعری کی اس شرط کا احترام کیا ہے ان دونوں عناصر کے امتزاج سے نعتیہ شاعری کی تشکیل ہوتی ہے''

مخمور سعیدی ''ابرار کرتپوری کا نعتیہ کلام روح کی بالیدگی پیدا کرنے والا ہے اور یہ پیغام دینے والا بھی کہ مادی زندگی میں بھی ہدایت کا سرچشمہ خدا اور رسول ﷺ کی ذات اور ان کے فرمودات کے سوا کہیں تلاش کرنا محض سعیِ لا حاصل ہے۔ بنی نوع انسان جن مسائل اور مشکلات سے دوچار ہے ان کے حل کے لیے انہیں مقدس بارگاہوں کا رخ کرنا ہوگا۔ میری دعا ہے کہ ابرار کے یہ الفاظ جو حمد و نعت کی شکل ڈھل گئے ہیں خدا اور رسول ﷺ کی بارگاہ میں مستجاب ہوں۔ آمین۔

اعلانات

سہ ماہی جہانِ نعت کی اعزازی کاپی ارسال نہیں کی جائے گی اگر آپ جہانِ نعت کا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں تو برائے کرم خرید کر پڑھیں۔ اردو کے شعراء و ادبا رسالے مانگنے کی عادتِ قبیحہ ترک کر دیں۔ آپ کا یہ اقدام اردو زبان و ادب و نیز اخبار و رسائل پر احسان عظیم ہوگا،

صدر و اراکین اردو بچاؤ تحریک

کرناٹک

جہانِ نعت یہ اعلان کر رہا ہے کہ انشاء اللہ اپریل تا مئی ۲۰۱۱ کا شمارہ عالم اسلام و شعر و ادب کی نامور شخصیت حضور محدث اعظم ہند علامہ سید محمد ''سید کچھوچھوی نمبر'' ہوگا۔ قارئین گزارش ہے کہ اپنا ز رتعاون جلد بھیج کر رسالے کو مزید تقویت بخشیں اور ایجنٹ حضرات بھی اپنی کاپیاں بک کرالیں نیز قلم کار حضرات سے التماس ہے کہ سید کچھوچھوی کی نعتیہ شاعری کے حوالے سے اپنے تخلیقات ارسال فرمائیں

شاد فدائی

مدیر سہ ماہی جہانِ نعت

ہبلی و دھارواڑ میں جہانِ نعت یہاں سے حاصل فرمائیں

فردوس کتاب گھر رسول پور دھارواڑ

نوری کتاب گھر بماپور چوک اولڈ ہبلی

یم، یم پکچی بک اسٹال جھنڈ واڑی بھیس، شاہ بازار ہبلی

رنگِ ثنا

جل جلالہ

پاک اور معتبر آواز عطا کر یا رب
شاعرِ حمد کا اعزاز عطا کر یا رب

رفعتِ حمد و ثنا تک ہو رسائی میری
فکر کو جرأتِ پرواز عطا کر یا رب

الغرض جس کا ہو انجام تری خوشی
سلف سے اپنے وہ آغاز عطا کر یا رب

تیری توحید سے بنیاد مرے ایماں کی
اس سعادت پہ مجھے ناز عطا کر یا رب

حرف اس کا ہو ہر اک روشن و ایماں افروز
میرے خامے کو وہ انداز عطا کر یا رب

منتخب میں کروں الفاظ کے ہیرے موتی
فکر بھی ارفع و ممتاز عطا کر یا رب

شرک سے میرے تخیل کی حفاظت فرما
مجھکو ایمان سے سرفراز عطا کر یا رب

جل جلالہ

صانع باکمال تو سب سے عظیم تیرا فن
رنگ شجر شجر تیرا، روپ ترا چمن چمن

کن کا ثبوتِ لاجواب سارے نجوم و ماہتاب
مہر ترے حضور خم، سجدے میں ہے کرن کرن

عرش سے تا بساطِ ارض بارشِ نور ہے تری
نکہتیں تیری بے مثال، خوب ہے تیرا بانکپن

مشک ختن میں تیری بو، دُرِ عدن کی آب تو
تیرے ہی نکہت و جمال، جوہی، گلاب، نسترن

بلبلیں اور قمریاں سازِ احد پہ نغمہ خواں
دیکھو جسے دمِ سحر تیری صفات میں مگن

ساز و رباب و چنگ میں، زیست کے ہر امنگ میں
قوسِ قزح کے رنگ میں تیرا جمال ضوفگن

جل جلالہ

ہے قادر آگ کو گلفشانی بخش دیتا ہے
لگے جب ضرب ایڑی کی تو پانی بخش دیتا ہے

بہاریں رقص فرماتی ہیں اور گلزار کھلتے ہیں
وہ صحرا کو بہار جاودانی بخش دیتا ہے

ثنائے شاہ پر آمادہ ہوتا ہوں تو رب میرا
تفکر اور خامے کو روانی بخش دیتا ہے

خود اپنے ہی کہے پر رشک کرتا ہے سخنور بھی
زباں کو یوں بھی وہ جادو بیانی بخش دیتا ہے

ارادے سے نبی کی جان لینے آنے والے کو
محبت کی ادا، رہ مہربانی بخش دیتا یے

حبیب رب کو اے ابرار جب میں یاد کرتا ہوں
وہ آنکھوں کو گہر ہائے فشانی بخش دیتا ہے

رنگِ نعت

صلی اللہ علیہ وسلم

نورِ الطاف کا، پھولوں سا تکلم مانگوں
اپنے آقا سے میں خیراتِ تبسم مانگوں

بہرِ تزئینِ ثنا لفظوں کے دُر لانے کو
غوطہ زن جس میں ہوں افکار وہ قلزم مانگوں

آپ کی مدح کے الفاظ فضا میں بکھریں
جو سماعت کو جگا دے وہ ترنم مانگوں

ضو فشاں سلسلہ پائے نبی ہے جن پر
نور بوسیِ نقوشِ مہ و انجم مانگوں

میرے ہر سانس کو ہے فخرِ غلامی ان کی
سرورِ دیں سے میں اعزازِ تحکم مانگوں

یہی کیفیتِ پاکیزہ کنارا دے گی
جوشِ جذبات وعقیدت کا تلاطم مانگوں

خود کو خوش بختی کا اعزاز دلانے کے لیے
چشمِ رحمت سے جلا بخش تصادم مانگوں

صلی اللہ علیہ وسلم

لطف کرم آقا کا ہم پہ ہوگا، لگتا ہے
ہم بھی طیبہ ہو آئیں گے، ایسا لگتا ہے

کہکشاں کا منظر کتنا اچھا لگتا ہے
آقا کا ہر نقشِ کفِ پا تارا لگتا ہے

راحت و تسکین ہے زلف والیل کے سائے میں
اور والشمس نبی کا روئے زیبا لگتا ہے

میرے آقا حسن عمل کا ایک سمندر ہیں
ان کا صحابی جس کو دیکھو دریا لگتا ہے

یادِ نبی میں نوک مژہ پہ جو تارہ بن جائے
وہ آنسو خالق کی قسم شہ پارہ لگتا ہے

یہ ابرار ہے خاک کفشِ پاک شہ بطحا
کوئی کہے تو مجھکو دل سے اچھا لگتا ہے

صلی اللہ علیہ وسلم

مہک رہی ہے جہاں میں کمال کی خوشبو
مرے حضور کے جاہ و جلال کی خوشبو

گلاب حسن یقیں کے بکھیر دیتی ہے
رسول پاک سے شیریں مقال کی خوشبو

ثنا کی فکر گل اطوار لے کے آئی ہے
شعور بخش ہے ان کے خیال کی خوشبو

ہے عطر بار منور کتابِ سیرت میں
ورق ورق پہ نبی کے خصال کی خوشبو

ز التفاتِ نبی بابِ لطف کھلتا ہے
مہکتی ہے جو مرے انفعال کی خوشبو

وہ جس پہ مشکِ معطر کو رشک ہو ابرآر
عجب ہے گیسوئے روشن مثال کی خوشبو

زباں جو مدح میں کھولی سخن سخن مہکا
بفیضِ نامِ محمد مرا دہن مہکا

خوشا کہ رحمتِ کل کا جو پیرہن مہکا
تو عطر بیز ہوئی فکر اور فن مہکا

بساطِ شعر میں سیرت کے گل مہک اٹھے
دیارِ نعت میں آقا کا بانکپن مہکا

مہک مہک اٹھے کتنے صحابۂ ذیشان
کچھ اس ادا سے وہ آقائے گلبدن مہکا

اشارہ رفعتِ شہ کا ملا جو ''نشرح'' سے
جہاں میں نعت کا دریائے موجزن مہکا

گئے زمین سے تا عرش جب شہِ والا
ہوئے ستارے قدم بوس اور گگن مہکا

حرم میں عظمتِ توحید کے گلاب مہکے
بفضلِ ربِ علیٰ دستِ بت شکن مہکا

نبی کا نام معطر شریں ہے اے؛ برآر
کر اس کا ورد خیالوں کی انجمن مہکا

کائناتِ نعت

بعد از خدا

(سانیٹ)

اسی سے ہے ظاہر مقامِ محمد
خدا نے انھیں تختِ معراج بخشا
رسالت کا اعلیٰ تریں تاج بخشا
نہ کیوں ہم کریں احترامِ محمد

خدا جس کی مدحت میں خود مداح خواں ہے
ملا جب کہ رُتبہ حبیبِ خدا... کا
شہِ دوسرا سرورِ انبیا کا
نبوت میں جو آخری الزماں ہے

جہاں میں جو رحمت لیے ساتھ آیا
ہدایت کا مہر ضیابار جو ہے
قیادت میں بے مثل سالار جو ہے
تباہی سے اُمت کو جس نے بچایا

بیاں ہو صفت اس کی جتنی بھی کم ہے
وہ بعد از خدا ہے صفاتِ مجسم

نادم بلخی (بھارت)

صلی اللہ علیہ وسلم

ہم ا ے خد ا عز و جل ! بو لنے لگے
نعت نبی ﷺ غز ل بو لنے لگے

ا للہ پا ک کلمۂ طیب مر ی ز با ں
جب پا س آ ئے پیکِ ا جل بو لنے لگے

نعت نبی سے گو نج ا ٹھے ہر شہر ہر د یا ر
ہر د شت مد ح خو ا ں ہو جبل بو لنے لگے

تا ثیر د یکھیے یہ د ر و د و سلا م کی
و ہ میر ی مشکلا ت کے حل بو لنے لگے

ہر پتہ پتہ مد ح نبی سے ہے تر ز با ں
ہر پھو ل بو لنے لگا پھل بو لنے لگے

سیر ت تو د یکھیے کہ ا نہیں صا د ق و ا میں
کل پیر و ا نِ لا ت و ہبل بو لنے لگے

نا و ک مر ی د عا ہے کہ حب ر سو ل میں
بن کر ز با ن حسن عمل بو لنے لگے

ناوک حمزہ پوری بہار

صلی اللہ علیہ وسلم

اپنے تو ہے ہر غم کی دوا شہرِ نبی میں
لے جائے کبھی ہم کو خدا شہرِ نبی میں

تا عمر وہ بھولا نہیں پھر شہرِ نبی کو
اک پل بھی اگر کوئی رہا شہرِ نبی میں

جو اور کہیں جا کے ملی ہے نہ ملے گی
تسکین وہ ہوتی ہے عطا شہرِ نبی میں

سو بار فدا ایسی قضا پر میرا جینا
آجائے اگر مجھ کو قضا شہرِ نبی میں

آنے کو ترستا ہے کوئی بے سر و ساماں
لے جا مرا پیغام صبا شہرِ نبی میں

یہ شہر ہے جس سے کوئی خالی نہیں آتا
بن مانگے بھی ہوتا ہے عطا شہرِ نبی میں

اشعار میں اپنے سبھی آقا کو سناؤں
نعتیں میں پڑھوں جا کے ضیا شہرِ نبی میں

سید ضیاء محی الدین گیلانی (ہڑپہ)

نعتیہ ہائیکو

مجھ سے ہیں بہتر
پنکھ پکھیرو کرتے ہیں
ذکرِ پیغمبر

☆

کرتے ہیں بہتر
روضے پہ حاضر طائر
نعتِ پیغمبر

☆

کیا ماضی کیا حال؟
صلِ علیٰ کا ورد کرے
خوش بخت و خوش حال

☆

دائم ہے سکھ چین
پہلوئے آقا میں دیکھ
خوابیدہ شیخین

جن و ملک حیراں
ایک ہی جست میں اسرا کی
ہر منزل آساں

☆

اصلِ کائنات
حور و غلماں قرباں ہوں
فخرِ موجودات

☆

مانندِ شبنم
روضے پہ جب حاضر ہوں
ہو دیدۂ پُرنم

سہیل احمد صدیقی (کراچی)

سنہری گردِ طیبہ

مقامِ غزوۂ خندق (مدینہ منورہ) کی زیارتِ مقدسہ کے بعد

نظر میں گرچہ تمھاری سیرت کے رُخ کئی ہیں
تمھاری ہستی کے لاکھ پہلو
مگر تمھاری صداؤں کی گونج
آج بھی جب زمیں کی مٹی
پہ آخرِ شب
اذانِ صبحِ سفر سنائے
تو خواب کو بھی حقیقتوں کی
جدید صورت میں ڈھال کر
اُن خدائی ہاتھوں کی قوتوں کا
شعور بخشے
تمھاری طیب حیات کا
سیلِ نور بخشے
سنہری اُس اک صدی کے لمحات
منکشف کر کے حافظے سے ورق ورق
یوں اُلٹتا جائے
کہ ہم ہمارے گزشتہ کل کو
پرت پرت سامنے سے دیکھیں
ہر ایک غزوے میں تم کو پائیں
تمھارا وہ نظم و ضبط دیکھیں
تمھارا صبر و قرار دیکھیں
تمھارا جاہ و جلال دیکھیں
تمھاری حکمت کے راز جانیں
تمھاری راہِ فرار کے نقشِ پا تلاشیں
وجود، بالا امتیاز دیکھیں
جہاں بہ نفسِ نفیس تم خود
مجاہدوں کے مجاہدے میں شریک شانہ
شانہ ہو کر عدو کے آگے
ڈٹے ہوئے تھے
تمھاری عمرِ مطہرہ کا وہ ایک غزوہ
جہاں کا خندق خود اپنے ہمراہ
ساتھیوں کو لیے ہوئے تم نے
خود ہی کھودا اور اپنے دامن میں
ساری مٹی بھی یوں اٹھائی
کہ گرد نے ہی شکمِ مبارک کی
جلد ڈھک دی
مثال تم نے ہی دی تھی یوں پھر
زمانے بھر کو، جفاکشی کی
دکھایا تم نے تمام دنیا کو
زورِ بازو میں کیا فسوں ہے
تمھارے ہاتھوں میں طاقتِ ماورائی کیا ہے؟

سفید سی وہ چٹان جس پر کدالیں ٹوٹیں
جو منتظر تھی تمھارے تیشے کی
تین ضربوں کی، جن کی صورت گری
کی تفہیم، شام، فارس، یمن کی
فتح عظیم کا انکشاف ٹھہرا
ہاں وہ ہی غزوہ تمھاری تنظیم اور
قیادت کا اک ثمر تھا وہ جنگ تاریخ
کے تسلسل کی اک کڑی تھی
وہ ایک فتحِ مبیں تھی جس کی
تمام یادوں کو تازہ کرتی
وہ مسجدِ فتح جو کھڑی ہے
ہنوز، جبلِ سلع کے دامن میں
دعوتِ حق بلند کر کے
یہ کہہ رہی ہے
یہی ہے عظمت جفاکشی کی
یہی ہے محنت کی سربلندی
یہی تمھاری دعا کی نخلِ اثر ہے
جس کی گداز ٹہنیں، ہمارے
آنگن میں آ کے اُتریں
تو زندگی کو جفاکشی کا
ہنر سکھائیں
سنہرے گرد و غبار کی
وہ ردا بنائیں
جو ہم کو اپنے وجود کی روشنی دکھائے!

غالب عرفان (کراچی)

سر کا ر د و جہا ں سے جسے پیا ر ہو گیا
بیڑ ا سمجھ لو ا س کا یہا ں پا ر ہو گیا

بے شک ا سے بلا تے ہیں سر کا ر ا پنے پا س
جو صد ق د ل سے ا ن کا طلبگا ر ہو گیا

بے شک ہو ا و ہ د و لت د نیا سے بے لحا ظ
د ید ا ر مصطفےٰ سے جو سر شا ر ہو گیا

سو ئے مد ینہ ہم کو بلا لیجئے حضو ر
جینا ہما ر ا ہند میں د شو ا ر ہو گیا

بے شک کر م ہے آ پ کا سو ر ج کے حا ل پر
آ با د ا س کا د یکھئے گھر با ر ہو گیا

سورج کرناٹکی ہری ہر

قطعات

بزم جب ان کی ہم سجاتے ہیں
مدحتیں جھوم کر سناتے ہیں
داد ہر اک شعر پر دینے
آسماں سے ملک بھی آتے ہیں

☆

کیا مجھ سے واعظ نے ذکرِ مدینہ
تڑپنے لگا صدق جذبوں سے سینہ
فدا پہ نوازش جو سرکار کر دیں
کنارے پہ ہو زندگی کا سفینہ

☆

قسمت نے کسی دن جو پہنچایا مدینے میں
ہر نعت سناؤں گا سرکار کو رو رو کر
دکھلائیں گے جلوؤں کو وہ اپنے فدا ہر دم
آنکھوں میں سمیٹوں گا انوار کو رورو کر

☆

زندگانی کا یہ قرینہ ہو
پُر ضیاء قلب کا نگینہ ہو
اور کچھ بھی نہ ہو فدا اس میں
دل میں یادِ شہِ مدینہ ہو

☆

زندگانی کا یہ قرینہ ہو
پُر ضیاء قلب کا نگینہ ہو
اور کچھ بھی نہ ہو فدا اس میں
دل میں یادِ شہِ مدینہ ہو

☆

بن کے پنچھی میں کاش اڑا ہوتا
اور طیبہ میں جا بسا ہوتا
رشک وہ جس پہ یہ جہاں کرتا
اس بلندی پہ مرتبہ ہوتا

غلام ربانی فدا

صلی اللہ علیہ وسلم

لب پہ جب حرف اسم جاگتا ہے

مجھ میں اعجازِ حرم جاگتا ہے

رات سوئے گی حرا میں کیسے

اب تک آقا کا قدم جاگتا ہے

قصرِ افکار و نوا ہے بے خواب

نعت لکھنے کو قلم جاگتا ہے

لفظِ احمد سے معطر ہوئے ہونٹ

ابھی خوشبو کا بھرم جاگتا ہے

ایک اللہ کا گھر مکہ میں

اور طیبہ میں حرم جاگتا ہے

نورِ وحدت کا طلب گار ہے وہ

دل کے زنداں میں جو غم جاگتا ہے

دیکھ آیا درِ اقدس جب سے

میرے خوابوں میں حرم جاگتا ہے

نعتیں لکھتا ہوں بصد شوق ظہیر

دل میں جب ان کا کرم جاگتا ہے

ظہیر غازیپوری

کیا آئے گا بھلا وہ کسی کے دباؤ میں پر لگ گئے ہوں جس کو مدینے کے چاؤ میں

جذبے کی ایک لہر نے طیبہ دکھا دیا ہم کب سے مبتلا تھے یونہی چل چلاؤ میں

نقدِ وفا لٹاؤ تو مل جائے شہرِ شوق اُلجھے رہو گے ورنہ یونہی بھاؤ تاؤ میں

گردن جھکے تو گنبدِ خضریٰ دکھائی دے دیکھو تو کتنی رفعتیں ہیں اس جھکاؤ میں

اُٹھو کہ اُڑ کے طے کریں ہم وادیٔ جمال ورنہ رکھا ہی کیا ہے یہاں رکھ رکھاؤ میں

راہِ نبی میں کام تو بس دل ہی آئے گا اک دردِ سر ہے عقل و خرد کے گھماؤ میں

جب بھی مجھے دیارِ نبی سے ملے گا اِذن اک پھول کھل اُٹھے گا غموں کے الاؤ میں

پھر بھی علم بلند رہا تیرے نام کا گو تھی کمانِ کفر مسلسل تناؤ میں

نعتِ نبی کہی تو ملا ساحلِ مراد ہم بہہ رہے تھے کب سے غزل کے بہاؤ میں

اُٹھو سہیلؔ منزلِ آخر کے واسطے
کچھ جمع کر لیں شہرِ نبی کے پڑاؤ میں

سہیل اختر

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

جا کے طیبہ میں جو ہو جاؤں نثار طیبہ
حشر کے دن مری مٹی ہو شمارِ طیبہ

کاش یہ جسم بنے ارضِ مدینہ کی غذا
اوڑھ لے روح مری نورِ غبارِ طیبہ

شب تاریک نہ دیکھی نہ سنی طیبہ میں
نور ہی نور ہے ماحولِ دیارِ طیبہ

جیسے معراج کی شب راہِ فلک روشن تھی
یوں چمکتی ہے ہر اک راہ گزارِ طیبہ

بنی انساں کی ہے تہذیب کا طیبہ مرکز
باقی دنیا ہے فقط قرب و جوارِ طیبہ

وہ بھی ملتا ہے یہاں جس کا گماں تک بھی نہ ہو
خلد سے بڑھ کے ثمرور ہے بہارِ طیبہ

میری ہر نسل کی کھیتی پہ کرم ہو تیرا
مجھ پہ تا حشر برس ابرِ بہارِ طیبہ

آتے جاتے ہوئے عشاق کو دیکھوں کوثرؔ
کاش بس جاؤں کسی طور کنارِ طیبہ

کوثر علی (فیصل آباد)

نعت نامے

☆ فرحت حسین خوشدلؔ ہزاری باغ (جھارکھنڈ)

محترم مکرم مولانا غلام ربانی فدا صاحب

السلام علیکم رحمۃ اللہ و برکاتہ

جہانِ نعت کا شمارہ موصول ہوا۔ ممنون ہوں کہ آپ نیا پنے پہلے شمارہ میں میرا گوشہ نکالا۔ نیز مدیرِ اعزازی بھی بنایا۔ اپنی گونا گوں مصروفیات کے پیشِ نظر گزارش کرتا ہوں کہ آئندہ شمارہ سے مدیرِ اعزازی کے منصب سے سبکدوش فرمادیں۔ میرا عملی و علمی تعاون آپ کے ساتھ ہمیشہ آپ کے ساتھ رہے گا (انشاءاللہ) میری جانب سے جہانِ نعت کے تمام اراکین سلام کہیئے

☆ ظہیر غازی پوری ہزاریباغ (جھارکھنڈ)

برادرِ محترم غلام ربانی فدا صاحب۔ السلام علیکم

آپ کی فرمائش کے مطابق حسبِ وعدہ میں اس خط کے ہمراہ اخبار کے تراشے اور مدیرادبی محاذ کے خط کی زیراکس کاپی آپ کے مطالعے کے لئے منسلک کررہا ہوں۔ میں ذاتی طور پر شکوہ، شکایت اور بدگمانی پھیلانے کا قائل نہیں ہوں۔ جو لوگ خبطِ برتری کا شکار رہتے ہیں، ان کے شعروفن پر اظہارِ خیال کرنے سے بھی احتراز کرتا ہوں، آپ تمام پہلوؤں پر غور فرمائیں گے تو حقائق سے واقفیت ہوجائے گی۔

جہانِ نعت کے لئے حسب الحکم ایک عدد حمد باری تعالیٰ اور ایک عدد نعتِ نبی ﷺ منسلک کررہا ہوں۔ رسید اور اپنے تاثرات سے شاد فرمائیے گا۔ میں آپ کا ممنون رہوں گا۔ خدا کرے آپ مع الخیر ہوں

☆ ناوکؔ حمزہ پوری حمزہ پور ضلع گیا (بہار)

برادرِ مکرم ! السلام علیکم

آج صبح آپ سے فون پر باتیں کرکے مسرت ہوئی۔ یہ معلوم کرکے کہ آپ عالمِ دین بھی ہیں جی خوش ہوا۔ اللھم زد فزد کی دعا کی۔ یہ فقیر بوریانشیں بھی کل جناب خوشدلؔ کی تصانیف اور آپ کے رسالے جہان نعت کی رسم اجراء میں ہزاری باغ جاکر شریک ہوا تھا۔ ماشاءاللہ آپ نے رسالہ صاف ستھرا اور پاکیزہ نیز فکر انگیز مضامین نظم ونثر پر مشتمل نکالا ہے۔ دعا گو ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ اس کی عمر دراز کرے۔ آمین۔ شہزاد مجددی اور پروفیسر اکرم رضا کے مضامین نے شاد کیا۔ اسی سلسلے میں یہ فقیر بھی متعدد رسائل و اخبار میں بھی

مضامین لکھتا رہا ہے۔ چنانچہ ان حضرات کی آوازیں بھی اپنے دل کی آوازیں معلوم ہوئیں۔

☆ **ڈاکٹر سراج احمد قادری** خلیل آباد (یوپی)

محترم جناب غلام ربانی فدا صاحب السلام علیکم ورحمت اللہ و برکاتہ

کل ڈاک سے جہانِ نعت کا تازہ شمارہ موصول ہوا۔ مجلّہ دیکھ کر بے پناہ خوشی ہوئی اور آپ سے موبائیل ٹیلی فون سے بات چیت بھی ہوئی۔ شمائم النعت کی ایک کاپی آپ کو ارسال کر رہا ہوں۔ اس معذرت کے ساتھ کہ اس کو بہت کم تعداد میں چھپوایا تھا۔ عمدۃ الاسلام ترجمہ زینت الاسلام فارسی سے اردو ترجمہ کا پہلا تجربہ ہے۔ آپ دونوں کتابوں کا مطالعہ فرمائیں اور اپنے گراں قدر تاثرات سے نوازیں۔ میرے اپنے خیال میں جہان نعت میں آپ شمائم النعت پر ایک وقیع تبصرہ شائع فرماسکتے ہیں جو ایک طرح سے آپ کے مجلّے کی نمائندگی کا کام کرے گا۔ اور بقیہ احوال اچھے ہیں۔ احباب کو سلام عرض کریں۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے

☆ **محمد حسین مشاہد رضوی مالیگاؤں**

محترم القام غلام ربانی فدا صاحب! امید کہ مزاج بہ خیر ہوگا

آج کی ڈاک سے آپ کا ارسال کردہ نعت کی خوشبوؤں سے معطر و معنبر سہ ماہی 'جہان نعت' موصول ہوا۔ میں آپ کی خدمت میں سراپا تشکر طراز ہوں کہ آپ نے ناچیز کو اتنا اہم رسالہ روانہ فرمایا۔ حمد و نعت کا انتخاب عمدہ ہے۔ مقالات محترم شہزاد مجددی نے کافی محنت سے تحقیق کر کے موضوع کا حق ادا کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ فرحت حسین خوشدل کا گوشہ بھی بہتر ہے۔ خوشی ہوئی کہ آپ نے ہندوستان سے نعت پر یہ سہ ماہی نکالنے کا آغاز کیا ہے۔ اللہ آپ کے حوصلوں کو پختگی عطا فرمائے۔ اور اس رسالہ کو دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔

☆ **سورج کرناٹکی** (ہری ہر)

محترم غلام ربانی فدا مدیر اعلیٰ سہ ماہی جہانِ نعت

امید کہ آپ کے مزاج گرامی بخیر ہونگے۔

سہ ماہی جہان نعت موصول ہوا۔ اللہ آپ کے حوصلوں کو مزید توانائی بخشے۔

شہزاد مجددی کا مقالہ اردو نعتیہ شاعری میں موضوع روایات بہت عمدہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ فرضی روایات نے اچھے اچھوں کے دماغوں میں جگہ بنا رکھی ہے۔ ضروری ہے کہ اس قسم کے مضامین مزید لکھے جائیں۔ اذہان کو دھندلکوں سے باہر نکالا جائے۔ شعرا حضرات میں ان کا اثر اچھا خاصا ہے۔ خصوصاً

اس قسم کے شعرا کے ہاں جن کا علم مذہب کے بارے میں بہت کم ہے یا سنا سنایا ہوا ہے۔ جناب محمد شہزاد مجددی کے مضمون بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے انھوں نے بالکل صحیح لکھا ہے کہ آج کل واعظین اور قصہ گو قسم کے مقررین نے یہ عام وتیرہ بنالیا ہے کہ وہ بغیر علم کے احادیث بیان کرتے رہتے ہیں۔ اسی میں انھوں نے ایک اور اچھا کام یہ کیا ہے کہ نعت کے سلسلے میں چند ژولیدہ باتوں کو واضح کردیا ہے۔ کائنات نعت اور اخبار نعت کی جدت طرازی بھی خوب ہے، گوشۂ خوشدل تک ٹھیک رہا مگر چند اشعار خارج از بحر ہیں۔ پروفیسر اکرم رضا کا مقالہ نعت نگاری میں احتیاط کے تقاضے اور دیگر مضامین بھی بہت خوب ہیں۔ اُردو نعت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے تُو، تم، تیرا جیسے ضمائر استعمال کرنے پر اب تک صرف عوامی سطح پر ہی اعتراض سامنے آیا ہے اور گزشتہ تیس چالیس سال کے دوران اس نے کسی حد تک ایک تحریک جیسی صورت اختیار کرلی ہے حتیٰ کہ پاکستان میں شائع ہونے والے بعض نعت نمبروں میں ایسی نعتوں کو شائع کرنے سے اجتناب برتا گیا جن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے تُو، تیرا، تم جیسے ضمائر استعمال کیے گئے ہیں اور پھر اس پر طرّہ یہ کہ اس سلسلے میں کسی تحقیق وتدقیق یا مفتیانِ دین متین اور اکابرینِ ملت کے تعمل پر غور وفکر کرنے کی بجائے (اس بے تحقیق رویے پر) اظہار فخر بھی کیا جاتا ہے۔ جیسے کہ ہمارے اکابرین علمائے اسلام اس مسئلہ سے بے خبر رہے ہوں۔ ان حضرات سے زیادہ غیر ذمہ دارانہ رویہ ان رسائل وجرائد کا نظر آتا ہے جنھوں نے اسلامی صحافت وابلاغیات کے معینہ اُصولوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے یک طرفہ طور پر محض قیاس آرائیوں کی بنیاد پر بلا تحقیق ان شعراء کرام کی اُن نعتوں کو شاملِ اشاعت کرنے سے اجتناب کیا جن میں واحد کی ضمیر استعمال کی گئی ہو۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ آج تک کسی بھی مکتب فکر کے کسی بھی مفتی اعظم یا علمائے عظام کی جانب سے نعت میں واحد کی ضمیر کے استعمال کرنے کو ناجائز قرار نہیں دیا گیا اور نہ اس پر کوئی اعتراض کیا گیا۔ چناں چہ ہم دیکھتے ہیں کہ بریلوی مکتب فکر کے مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ، مفتی اعظم ہند مولانا مصطفےٰ رضا خان، مفتی امیر مینائی، دیو بندی مکتبۂ فکر کے بانی مولانا قاسم نانوتوی، ان کے مرشد حاجی امداداللہ مہاجر مکی، مفتی محمد شفیع اور ان جیسے سیکڑوں اکابر علمائے کرام کی جانب سے آج تک تُو، تم اور تیرا جیسی ضمیروں کے استعمال پر نہ صرف کوئی اعتراض نہیں اُٹھایا گیا بلکہ ان میں سے بیش تر علمائے کرام کے نعتیہ اشعار میں ان ضمیروں کو برتا گیا ہے اور برتا جارہا ہے۔ دراصل ان ضمائر کے استعمال میں ایسے دقیق حقائق مضمر ہیں کہ جن سے عوامی سطح کی فکر رکھنے والے افراد واقف نہیں۔ لہٰذا معترضین کو علمائے سلف کی اتباع کرنی چاہیے تھی یا ان سے استفسار کیے بغیر کوئی رائے قائم نہیں کرنی چاہیے تھی۔ باعث تخلیق کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ضمائر مفرد سے یاد کرنے میں آپ کی شانِ یکتائی، شانِ بے مثالی اور شانِ یگانہ وبے ہمتا کا اظہار ہوتا ہے

دراصل اُردو زبان میں تمام ضمائر اور مصادر ہندی زبان سے لیے گئے ہیں۔ اس لیے جو لوگ ہندی زبان کے زیر اثر شعر کہتے ہیں ان کے یہاں تعظیم کے لیے آپ یا تم جیسی ضمیروں کا استعمال نظر آتا ہے۔ اس کے برعکس

جوشعرائے کرام عربی زبان کے زیرِ اثر نعت کہتے ہیں ان کے یہاں ضمائر کی بجائے قرآن وحدیث کی پیروی میں تعظیم کے لیے کنیت یا القاب کا استعمال عام ہے۔

با آدم است با پدر انبیا خطاب

یـــا ایھـــا الـــنبـــی خطاب محمد است

ہندی زبان کی ضمیر ''آپ'' اگر واقعی تعظیم کے لیے ہے تو اس تاثر کی جڑ بالکل کھوکھلی ہے کیوں کہ عام طور پر چھوٹے بچوں، شاگردوں یا خادموں کو تنبیہ کے لیے اس قسم کے الفاظ کہہ دیے جاتے ہیں جیسے ''آپ نالائق ہیں'' یا ''آپ بہت بدمعاش ہو گئے ہیں'' یا ''آپ کی ایسی کی تیسی'' وغیرہ۔ تو کیا یہ تعظیم ہے یا محض ایک مخصوص ثقافتی رویہ ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ دنیا کی تمام زبانوں میں فصیح ترین زبان عربی ہے اور تمام عربی قبائل کے لہجوں میں لہجہ قریش افضل واعلیٰ اور فصیح تر قرآنی لہجہ ہے لہٰذا قرآن کریم کی اتباع میں نعت نگاری میں مناسب القاب کے ساتھ اسم واحد کی ضمیر ''تُو'' کے استعمال میں کوئی شرعی سقم نہیں۔ البتہ خلوصِ نیت کے ساتھ تعظیماً لفظ ''آپ'' استعمال کرنے میں بھی کوئی قباحت نہیں۔ لہٰذا ارفع واعلیٰ مضامین کے ساتھ دونوں طرح کی ضمائر استعمال کرنے کی راہ نظر آتی ہے۔ چناں چہ اس معاملے میں کسی قسم کی شدت کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے یہی راہِ اعتدال ہے۔ واللہ اعلم بالصواب!

Jan to March 2011

JAHAN-E-NAAT (Quarterly)

Mohammediya Genral Store, Nohammediya masjid
2nd Main Benki nagar, HARIHAR-577601
Dist; Davange[illegible], Karnatak, Mobile; 09741277047